

URDU Gif Format

ALHAZRAT NETWORK
الاحقرت نیٹ ورک
www.alahazratnetwork.org

چرمہائے قربانی کے حکم کی طرف
اشارہ کرنیوالی صاف ستھری کتاب

الصافیة الموحیة الحکم جلود الاضحیة

۵۱۳۰۷

مصنف:

اعلیٰ حضرت، مجدد امام احمد رضا

ALHAZRAT NETWORK

الاحقرت نیٹ ورک

www.alahazratnetwork.org

الصابیة الموجیة لحکم جلود الاضحیة

(چرمہائے قربانی کے حکم کی طرف اشارہ کرنیوالی صاحب سحری کتاب)

مسئلہ ۲۹۳

بسم الله الرحمن الرحيم ، نحمد الله و نصلی علی
رسوله الکبریم ما قولکم و امر فضلکم فین باع
جلد الاضحیة لیصرف ثمنه فی وجوه القرب
لا عانة المد اری الاصلاحیة و شراد حصر
المساجد و زیت قنادیلہ و غیر ذلک من
القربات التي لا تمليك فیها ، فهل هو
جائز ، و الصرحت فی تلك الوجوه سائتم ام لا ،
بل یكون صدقة واجبة لا یصرف الا فی مصارفها
الید و ناسر حکمک الله تعالیٰ ۔

الحمد لله و به نستعین ، و العتوة
والسلام علی سید المرسلین محمد و
آله و صحبه اجمعین ، ما تقرب

خلاصة الصابیة الموجیة لحکم جلود الاضحیة
مسئلہ ۲۹۳ علما نے دین اس مسئلہ میں کیا فرماتے ہیں
کہ قربانی کی کمال کو راہ ثواب میں خرچ کرنے کیلئے
بچا جیسے مدارس اسلامیہ کی اعانت ، مسجد کیلئے
چٹائی ، روشنی وغیرہ کا ثواب جس میں کسی خاص
فقیہ کو مالک نہیں بناتے ، جائز ہے یا ناجائز ، او
ایسا جیسا ان مصارف میں صرف ہو سکتا ہے یا وہ
صدقہ واجب ہے اور اس کا فقیر کو مالک بنانا ضرور
ہے ۔ بیّنوا تو جہودا ۔

جواب اللہ تعالیٰ کے لئے تعریف ہے اور ہم
اسی سے مدد مانگتے ہیں ، درود و سلام سید المرسلین
صلی اللہ علیہ وسلم پر اور ان کی آل و اصحاب پر

الى الله تعالى بالقرابين ، نعم اذا باعه
بالدرهم لا لصال يتحول ، اور بيع
يتحصل ، بل ليصرفه الى وجوه القربا
ومرضات السرب ، جاز له ذلك
وامن له يوجد تمليك هنا للفقير
فان المطلوب في الاضاحي مطلق التقرب
دون غرض التمليك من الفقير ولذا
جازت الاباحة ولو لغنى .

والمعنى المانع في البيع انما هو
التصرف على قصد التحويل كما نص عليه
الائمة الاعلام . قال في الهداية لا يشترط
به ما لا ينتفع به الا باستهلاكه كالخل
والاباثير اعتبارا بالدرهم
والمعنى فيه انه تصرف على
قصد التحويل او وفي مجمل الامر
شرح ملتقى الابصار لا يبيعه
بالدرهم لينفق الدرهم
على نفسه ومياله والمعنى
انه لا يتصرف على قصد التحويل او
ومثله في البناية شرح
الهداية للعلامة البدار وغيره
من اسفار العلماء الفسوف .

جب تک دو گد خدا کے لئے قربانی کرتے رہیں۔
قربانی کی کمال کو تمل کی غرض سے نہ بیچا ہو
بلکہ کارِ ثواب میں صرف کرنے کی غرض سے بیچا ہو
تو یہ بھی جائز ہے اور اسی مصارف میں اس کا صرف
کرنا بھی جائز ہے، اگرچہ وہاں فقیر کو مالک بنایا گیا
ہو، کیونکہ قربانی کا مقصد مطلق کارِ ثواب ہی ہے
فقیر کو مالک بنانا نہیں، اسی لئے قربانی کا گوشت
و غیرہ مالدار کو دینا بھی جائز ہے۔

اصل میں قربانی کی کمال کی بیع اس وقت منع
ہے جب اس کو اپنی ذات کے تمل کے لئے بیچا ہو
اسی کی علماء اعظم کے کلام میں تصریح ہے صاحب
فرماتے ہیں،

مشترک کے قربانی کی کمال سے ایسی
چیز نہ خریدے جس کو فنا کے بغیر اس سے فائدہ
نہ اٹھایا جاسکے جیسے سر کر یا غلہ سے بدلنا (کہ ان کو
ختم کر کے ہی ان سے فائدہ اٹھایا جاسکتا ہے) اور ان
کے ساتھ بیع کرنے کی ممانعت کی وجہ بھی یہی ہے
کہ اس نے کارِ ثواب کی چیز کو اپنی ذات کے نفع
اور مالدار کی کے لئے برتا۔

محجج الانہر شرح ملتی الابکر میں ہے، تو یہ
کے بدلے بیچنا اس وقت منع ہے کہ وہ وہی
اپنے اور بال بچوں پر صرف کرے کہ یہی "تصرف علی

وظاھرات البیہ للقراب لیس من التمول
فی شئ فلا وجه لمنعه بل هو
قربة لکونه فعل لا اجل قربة ،
فیكون اقامة للمطلوب الشرعی لا دخولا
فی الوجه المنہی ، الا ترى الى ما قال
الاصحاب الصلوة فخر الدین
الزیلعی فی تبیین الحقائق شرح
کنز الدقائق لو باعها بالدرهم
لیست صدق بها عبا لانه قربة
لا لفسد فی امر فانما عطل الجواز
بکونه قربة ، وما نحن فیہ ایضا
کذلک ، فیکون مثله فی حکم الجواز
ویالیت شعری من این یحکم
بوجوب التصدق مع الہ لم یکن
معینا فی القربان ماسا ولا حدث
اخر ما یوجبہ عینا بخلاف ما اذا
باع بالدرهم لیتفقہا علی نفسه
وعیالہ حیث یجب التصدق
لحدوث التمول المنہی عنه اقول
والسرف ذلک ما یتفاد
من کلمات العلماء الکرام ان
اصل القربة فی الاضحية انما
تقوم بامراقة الدم لوجه الله

وجہ التمول ہے۔

یہ بات بتاؤ وغیرہ کتب کبار میں ہے ، تو ثابت
ہو اگر کمال کی وہی بیع منع ہے جو اپنی ذات کے نفع
کے لئے درہم یا برتنے سے ختم ہو جانے والی چیز کے
جیسے میوہ ، ادویہ امر یا نکل ظاہر ہے کہ کار ثواب
کے لئے بیچنے کا اس سے کچھ ملاقات نہیں ، تو ایسی بیع
منوع ہونے کی کیا وجہ ہے ، بلکہ یہ تو اسی مقصد کے
حصول کا ذریعہ ہے جس کے لئے قربانی ہوتی ، تو
اس کو تو درجہ اولیٰ جائز ہونا چاہئے۔

علامہ محمد الدین زلیعی اپنی شرح کنز میں فرماتے
ہیں ، اگر کمال کو صدقہ کرنے کی نیت سے جیسا تو
جائز ہے ، بلکہ اگر کار ثواب ہے ، جیسے گوشت
کی صدقہ کرنا۔

امام زلیعی نے اپنے کلام میں بیع الدرہم کے
جواز کی وجہ مطلقاً کار ثواب بتایا ، بیع مسلولہ بھی کار ثواب
کے لئے ہی ہے ، پھر اس کے ناجائز ہونے کی کیا
وجہ ہے ، یہ بلاشبہ جائز ہے۔

ایسے پیسوں کا صدقہ واجب قرار دینا بالکل
بے اصل بات ہے ، جب خود قربانی کے گوشت
اور کمال کا صدقہ کرنا واجب نہیں ، تو اس کے دام
صدقہ کس طرح واجب ہوگا ، جبکہ صدقہ کرنا واجب
کرنے والی کوئی نئی بات پیدا بھی نہ ہوئی۔

یاں وہ بیع بالدرہم جو اپنی ذات کے

تعالیٰ فمالہ یرق لایجوز الا انتفاع بشئ
منہ حتی الصوف واللبن وغير ذلك
لانه نوع اقامة القرية
بجسمیم اجزا شہا فاذا اقيمت وحصل
المقصود ساغ الانتفاع على جميع
الوجوه ، بيد انه لما كانت شيئا
تقرب به الى المولى سبحانه
وتعالیٰ ، والتقرب والتمول ضدان متباینان
لا يلتزمان ، فقد خرج بذلك عن
جهة التمول بحيث لا يعود اليه
ابدا فاذا قصد بشئ منه التمول
فقد خالف وادرك في ذلك خبثا في
البدل ، وايضا مال حصل بوجه
خبث فسيب له التصديق ، اما
القربات فلا تنافي والتقرب
بل تحققه ولا تورث خبثا بل
تزهيته فمن اين تحريم
وتجب تصدقه ، قال
الامام العيني في البناية
المعنى في اشتراء ما لا ينتفع
به الا بعد استهلاكه انه
تصرف على قصد التمول
وهو قد خرج عن جهة
التمول فاذا تمولت به بالبيع
وجب التصديق لامت هذا

انتفاع کے لئے ہو ، وہ ضرور بیع منہی عند ہے کہ
اس بیع کا مقصد مال حاصل کرنا ہے ، اور یہ شرعاً
منع ہے ، اس کا مجید یہ ہے کہ قربانی میں اصل
کار ثواب اللہ کے لئے خون کا بہانا ہے ، اسی لئے
جب تک جائز سے یہ اصل غرض حاصل نہیں
ہوتی اس سے ہر قسم کا انتفاع مطلقاً منع ہے ، یہ
ہے کہ اٹھ اور دودھ سے بھی انتفاع جائز نہیں
نہ قربانی کو سننے والے کو نہ غیر کو ، اور جب اصل غرض
حاصل ہوگی تو اس کے تمام اجزاء سے ہر قسم کا انتفاع
جائز ہوگا ، لیکن قربانی شدہ جائز کو کلاً یا بعضاً
کسی دوز کے لئے بیچنا ، اس کو قرابت اور
کار ثواب سے غیر کر دینا کی طرف موڑ دینا ہے ،
اور کار ثواب اور حصول دوز میں منافات ہے ،
اس لئے اس طرح بیع ناجائز اور منع ہوگی ، اور
جو روپیہ اس طرح حاصل ہوگا وہ مال غنیمت
ہوگا اور مال غنیمت کا شرعی حکم صدقہ کرنا ہی ہے
اور صدقہ کی غرض سے بیچنے اور قربانی میں کوئی
منافات نہیں کہ یہ بھی کار ثواب اور وہ بھی کار ثواب
قریب ایک طرح سے اسی کی تکمیل ہے ، تو اس سے
حاصل شدہ رقم غنیمت نہ ہوگی ، لہذا یہ بیع بھی
حرام نہ ہوگی ۔ اسی بات کو علامہ عینی رحمۃ اللہ علیہ
نے بنیاد میں ارشاد فرمایا ، جس چیز سے انتفاع
اس کے فنا کے بغیر نہ حاصل ہو ایسی چیز سے بیع
حرام ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اس قربانی کے
جائز میں تمول کی غرض سے تصرف ہو احالہ کلمہ جائز

الشن حصل بفعل مكره فيكون خبيثاً
 فيجب التصديق له وبه تبين
 وان كانت بينا بنفسه ان ليس
 كل تبدل بمستهلك تمولا والا لما جاء
 البيع بالدرهم بنية التصديق
 ايضا الصديق التمول عليه حينئذ
 فيكون تصرفا ممنوعا خبيثا وهو
 خلاف المنصوص عليه ويكون
 التصديق اذالك لاثالة الخبيث
 والخروج عن المآثم لا لاكتساب
 الثواب والتقرب الى رب الاثر باب
 ولا يجوز له فيه رجاء القبول
 فان الله طيب لا يقبل الا الطيب
 ولو رجاء لباد باثم على اثم فالت
 ارتجاع القبول في مال خبيث
 اثم بعيانه كما هو جوابه
 وهذا كله باطل بالبداهة

قول کی جہت سے نکل کر ہمیشہ کے لئے قرب کی جہت
 میں داخل ہو گیا ہے، تو جب اسے بیع کر کے کسب کیا
 کیا اس کا صدقہ واجب ہوا، اس لئے کہ یہ
 قیمت فعل مکروہ سے حاصل ہوئی، تو وہ غبیث
 ہوئی، اور اس کا صدقہ واجب ہو گیا۔

سوال و جواب | یہاں اگر کوئی یہ کہے کہ یہ بات تو
 سب کے نزدیک مسلم ہے کہ کمالی کی بیع بطور
 قول ناجائز ہے، اور حاصل ہونے والی قیمت
 غبیث ہے، ہمارا یہ کہنا ہے کہ کسی ایسی چیز
 کے بدلے بیچنا جو برتنے سے ختم ہو جائے یا
 بھی بیع بطور قول ہے، تو کارِ ثواب کے لئے
 بھی اس کا ثواب بطور قول ہوا جس کو ناجائز
 ہونا چاہئے، اور گیت کا صدقہ واجب ہونا چاہئے۔
 جواب یہ ہے کہ اس خیال کی تردید امام عینی
 کا کلام کر رہا ہے کہ اگر انہوں نے تصدیق کے لئے
 مستهلك سے بھی بیع کو جائز قرار دیا، حالانکہ
 اس پر بقول آپ کے بیع برائے قول صادق آتا

عن فان نفس لفظ التمول يدل بعبارة
 على المال وبهياتة على تحصيله
 لنفسه كما لا يخفى ۱۲ منه قدس سره۔

کیونکہ قول اپنے لفظ کے اعتبار سے
 مال پر اور صورت کے اعتبار سے اپنی
 ذات کے لئے تحصیل پر دلالت کرتا ہے ۱۲
 قدس سره۔

قُتِبَتْ اَنْ لَيْسَ كُلُّ تَبَدُّلٍ بِمُسْتَهْلَكٍ تَمَوْلَا وَ
اَنْ الْبَيْعَ لِلتَّصَدِّقِ خَارِجٌ عَنْهُ فَكَذَلِكَ السَّائِرُ
الْقَرَبُ اِذَا فَارَقَ يَقْضَى بِكُونِ هَذَا تَمَوْلَا
وَذَلِكَ غَيْرُهُ وَمِنْ اَدْعَاءِ فُلِيَّاتٍ يَبْرَهَانُ عَلَى
دَعْوَاهُ وَلَمْ يَقْدِرْ عَلَيْهِ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ .

پھر بھی امام عینی نے اس کو جائز قرار دیا، تو ثابت ہو گیا کہ مستملک سے بیع مطلقاً قبول کے لئے نہیں ہے
فَاِنْ قَالَ قَائِلُ اِنَّمَا جَازَ الْبَيْعُ
لِلتَّصَدِّقِ لِاَنَّ لِلْمُؤَسَّاتِلِ حُكْمَ الْمُقَاصِدِ
فَالْبَيْعُ لِلتَّصَدِّقِ مِثْلُ التَّصَدِّقِ وَ
التَّصَدِّقُ جَائِزٌ فَكَذَلِكَ الْبَيْعُ لَهُ .

قُلْتُ كَذَلِكَ الْبَيْعُ لِلتَّقَرُّبِ
مِثْلُ التَّقَرُّبِ وَالتَّقَرُّبُ جَائِزٌ فَكَذَلِكَ الْبَيْعُ
لَهُ بَلْ يُلْزَمُ عَلَيْهِ جَوَازُ الْبَيْعِ
فَلَا كُلَّ اَيْضًا لِحَوَانِ الْاَكْلِ بِنَصِّ الْقُرْآنِ
الْعَظِيمِ فَالْحَقُّ فِي التَّحْلِيلِ مَا قَدْ مَنَّا
عَنِ الْاَسَامِ الْزَيْلَعِي مِنْ اَنَّهُ قَرِيبَةٌ
وَحِينَئِذٍ لَا يَدَّ مِنْ كَلِيَّةِ الْكِبَرِيِّ
الْقَائِلَةِ بِاَنَّ كُلَّ قَرِيبَةٍ تَجُوزُ هَهُنَا
يَنْتَهِجُ اَنَّ الْبَيْعَ لِلتَّصَدِّقِ يَجُوزُ
هَهُنَا وَبِهِ يَتَضَرَّحُ جَوَازُ سَائِرِ
الْقَرَبِ وَضَوْحُ الشَّمْسِ فِي
رَابِعَةِ النَّهَارِ هَذَا وَالتَّعْبِيدُ
الضَّعِيفُ لَطَفٌ بِهِ الْعَوَى اللَّطِيفُ

چاہئے، اور اس کو حرام ہونا چاہئے، اور اس کا تصدق
بنائیت ثواب ضروری ہونا چاہئے جو مال غنیمت کا
حکم ہے اس سے ثواب کی امید رکھنا گناہ بائیس گنا
ہونا چاہئے، اور یہ سب باطل ہے، کیونکہ یہاں
تصدق اور طلب ثواب کی نیت سے یہ بیع ہوئی
ایک اور سوال و جواب اگر کوئی یہ کہے کہ صدقہ کی
غرض سے بیع جائز ہونے کی وجہ یہ ہے کہ بیع صدقہ
کا ذریعہ اور وسیلہ ہے اور جو حکم مقصد کا ہوتا ہے
وہ وسیلہ کا بھی ہوتا ہے صدقہ قربان ہے تو اس کا وسیلہ
بیع بھی جائز ہوگا۔

اس کا جواب ہے کہ یہ تاویل بعینہ دیگر
کار ثواب میں بھی جاری ہے کہ یہ سائے کار ثواب
جائز ہیں، تو اس کے لئے بیع بھی جائز ہونا چاہئے
بلکہ اس ترجیح سے تو اشیائے مستملکہ کے عوض بیع
بھی جائز ہونا چاہئے، مثلاً غلہ کے عوض کھال بھی
اور غلہ کو اپنے استعمال میں لائیں کہ قربانی کو کھانا
جائز اور بیع اس کے حصول کا ذریعہ، اور جو حکم
مقصد کا وہی ذریعہ کا، تو یہ بیع بھی جائز، حالانکہ
اس بیع کے ناجائز ہونے کا جزئیہ کلام ائمہ میں
موجود ہے۔

تو ثابت ہوا کہ اصل علت جواز یہ نہیں کہ
وسیلہ مقاصد کے حکم میں ہے بلکہ اصل علت وہی ہے

تقریر آخر اشمل و اظہر لبيان الفرق
تطهيره المسائل جميعا ان شاء
الله تعالى۔

کہ حصول زرا و زراعت کی غرض سے بیج ناجائز ہے
اور مقاصد خیر کی غرض سے جائز، جیسا کہ امام زین العابدین
نے اس کے جواز کی علت میں فرمایا "لأنه قربة"
(اس لئے کہ یہ کارِ ثواب ہے) اور منقہ کی زبان میں یہ قول قیاس کا صغریٰ ہوا، اور نتیجہ دینے کے لئے
کبریٰ کا کلیہ ہونا ضروری ہے جو اس طرح ہوگا ہر قربت جائز ہے تو بات نصف النہار کی طرح واضح
ہوگئی کہ ہر قربت اور کارِ ثواب کے لئے بیج جائز ہے، واللہ اعلم۔

فأقول وبالله التوفيق الجهات
ثلث، الأكل والأدخار والاشتجار وهو
طلب الأجر بای وجه كانت فقد
أخرج أبو داود في سننه بسند صحيح
رواه حاكم من رجال الصحيحين
ما خلا مسندا واثقة حاشا لمن
شیونم البخاری عن نبی الخیر
الہدیٰ رخصت اللہ تعالیٰ عنہ قال
قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ
وسلم انا کنا نھینکم عن لحومها
ان تأکلوها فوق ثلث نکی تسعکم
جاء اللہ بالسعة فکلوا وادخروا و
انتجروا الا وان هذا الايام ایام الحکد
شرب و ذکر اللہ عز وجل اللہ والاشتجار
باطلاقہ يشمل التصدق وسائر وجوه التقرب
کما لا یخفى فان فسرہ مفسر یا التصدق
فلیکن التصدق فی کلامہ بالمعنی الاعم علی
ما سیأتیک تحقیقہ ان شاء اللہ تعالیٰ۔

ایک دوسری تقریر | شرعاً قربانی کے معرفت کی تین
جہتیں ہیں، اکل (کھانا)، ادخار (جمع کرنا)
اشتجار (کارِ ثواب) میں معرفت کرنا چاہے کون سا بھی
کارِ ثواب ہو، جیسا کہ ابو داؤد نے ایک ایسی سند
سے جس کے تمام راوی بخاری اور مسلم کے رواۃ
میں ہیں، ایک صاحب حضرت مسدداً ایسے نہیں
نورہ لکھیں، مانتے ہیں، اور امام بخاری کے
ساتھ وہ ہیں، الغرض یہ حدیث صحیح حضرت نبی
ہدیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، حضور
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ہم تم کو قربانی کا
گوشت تین دن سے زائد روکنے سے منع کرتے
تھے، اس کا مقصد مسکینوں پر آسانی تھی، اب
اللہ تعالیٰ نے کشادگی فرمادی، تو اب کھاؤ، جمع
کردو اور کارِ ثواب میں صرف کرو۔ سنو یہ دن
ہی کھانے پینے اور ذکر اللہ کے دن ہیں۔
قرآن میں حدیث سے مطلقاً ہر کارِ ثواب کھانے
پینے جائز ہوا۔

فان قلت الوارد في حديث احمد
والبخاري ومسلم وغيرهم عن
ام المؤمنين الصديقة مرضى الله تعالى
عنها قوله صلى الله تعالى عليه
ومسلم كلوا وادخروا وتصدقوا ،
فليحمل الايجاب على التصديق
لاتعاد الحكم والحادثة .

قلت كلا فان الامر ههنا
ليس للوجوب باجماع عامة علماء
الامة ، منهم ساداتنا الائمة الاربعة
رضى الله تعالى عنهم ، وقد نصوا
في غير ما كتاب ان لم اكله كلف
ولم يتصدق بشئ منه لاشئ عليه
ومعلوم ان الترخيص والترغيب في مقيد
لا ينافي الترخيص والترغيب في مطلق ،
فلا معنى للحمل ولاداعي اليه .

وسر المقام ان الحمل عندنا
ضروري لا يضر اليه الا لضرورة وهو
ان يتبانا بحيث لا يمكن العمل بهما
اما حديث لا تانف فنحن نجري المطلق
على اطلاقه حملا للفظ على
ظاهرا وعملا بالدليل بشامه ، قال
المولى المحقق على الاطلاق

سوال وجواب | اگر کوئی آدمی یہ کہے کہ کاروبار سے
مراد وہی فقرا پر صدقہ کرنا ہے ، تو ہمیں امر اسے کہ
حدیث شریف کا لفظ ایستجار تمام امور خیر کو عام ہے
اس کو تمیلک فقرا واسطے صدقہ میں مختص کرنا حکم ہے
ہو سکتا ہے کہ کوئی صاحب حدیث عام کو صدقہ
خاص پر محمول کر لے کی یہ دلیل دیں ، بخاری و مسلم
وغیرہ کتب احادیث میں حضرت عائشہ صدیقہ
رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ایک حدیث مروی ہے جس
میں ایستجار کے بجائے تصدقہ کا لفظ ہے ، تو
ان دونوں حدیثوں میں تطبیق دینے کے لئے کیوں نہ ہم
لفظ ایستجار (کاروبار) کو صدقہ پر محمول کریں کیونکہ
اس لفظ کا مستلزم ہے کہ جب حکم اور واقعہ ایک ہر
قرام کو خاص پر محمول کیا جاتا ہے ، اور یہاں پر
ایسا ہی ہے کہ واقعہ دونوں حدیثوں میں قربانی کے
جاور کا ہے اور حکم بھی دونوں جگہ ایک ہی ہے ،
بس فرق یہ ہے کہ ابوداؤد و شریفین کی حدیث میں
صدقہ عام کا حکم ہے اور صحیحین کی حدیث میں
صدقہ خاص کا ، لہذا یہاں ایستجار سے مراد صدقہ
ہی ہے ۔

تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ بات صحیح ہے کہ
جب حکم اور واقعہ ایک ہی ہو تو عام کو خاص پر
محمول کیا جائے گا ، لیکن یہ حکم عمومی نہیں کہ ہر آدمی
مستحب کو عام ہو ، بلکہ صرف حکم وجوبی کے ساتھ

محمد بن الہمام قدس سرہ فی فتح القدر
اجیب عنایانا انما نحمل فی الحادثة الواحدة
للضرورة المذمومة والحق فی تشیید هذا الجواب
تحقیقه ان الحمل لما یجب الا للضرورة
وهی المعارضة بین المطلق والمقید الخ
فالمناط عند المتقید هو التمام
دون اتحاد المحکم والحادثۃ۔

خاص ہے کہ احکام واجبیہ میں اتحاد حکم و واقعہ کے
وقت عام کو خاص پر محمول کیا جائے گا، اور قربانی
کے معرفت کے سلسلہ میں جو حکم ہے استنباطی ہے،
اس بات پر چاروں اماموں کا اجماع ہے، لہذا
مطلق کو مطلق اور مقید کو مقید رکھا جائے گا، ایک
کو دوسرے پر محمول کرنے کی ضرورت نہیں، تو جس
حدیث میں تصدیق کا لفظ ہے اس سے وہی اراد
لیں گے، اور جس میں مطلقاً کا رثابہ کا لفظ ہے اس سے جمیع وجوہ خیر مراد لیں گے۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وسلم نے باری باری دونوں ہی امور کی طرف رغبت دلائی۔

اس کا مزید یہ ہے کہ علمائے احناف کے نزدیک مطلق کو مقید پر حمل کرنے کا حکم بدرجہ مجبوری ہے
یعنی جب مطلق اور مقید دونوں کو اپنے اپنے محل پر حمل کرنا ممکن نہ ہو، اور جہاں ایسا ممکن ہو حمل کرنے کی
بالکل ضرورت نہیں۔ امام ابن تیمیہ فرماتے ہیں: "حادثہ عامہ میں مطلق کو مقید پر حمل کرنے کا حکم بضرورت
ہے، جب مطلق اور مقید کے حکم میں تقاضا ہو تو مطلق کو مقید پر حمل کیا جائے کہ مجبوری ہے۔"
تو ثابت ہوا کہ اصل مطلق کو مقید پر حمل کرنے کا سبب مطلقاً اتحاد حکم و حادثہ نہیں، بلکہ دونوں
محکوم کا تقاضا اور منافات ہے۔

مزید وضاحت کے لئے ہم کلام علماء سے پسند
مثالیں پیش کرتے ہیں،
(الف) تلویح وغیرہ میں ہے: "مطلق اور مقید
اگر اسباب کے بیان میں وارد ہوں تو مطلق کو
مقید پر حمل نہیں کیا جاسکتا اس لئے کہ ایک شئی
کے چند اسباب ہو سکتے ہیں، تو تقاضا نہیں، تو
حمل کی ضرورت نہیں۔"

یجزم بذلک من عاشر عرائس فغائس
جاء انہم فقد حکموا ان لا حمل ان
مراد فی السبب اذا لا تجاذب فی الاسباب
ولا ان کان منفعین لامکان الجمع
بالامتناع مطلقاً، وانہ یحب الحمل
ان اتیاف حکمین مختلفین
یوجب احدهما تفسید الآخر

بتوسط لائنہ، وذلک کانت ینقہب
المقید لائنہ اطلاق المطلق فیمنتفی
بانتفاء فیہ تنقید لامحالۃ کما
فی اعتق نصف سرقۃ ولا تسکفی
سرقۃ کافرة فان النہی عن
تمیلک کافرة ینفی جواز اعتاقہا
عنہ، اذ لا اعتاق عنہ بدون
تمیلکھا عنہ۔

وقد اوجبوا القائلین بالمحمل
فی الاسباب واختلاف الحوادث
بعدہ التعارض کما فی
التلویح وغیرہ، وعللہم
الحمل عند الکلام
المجموع ممثلین لہ بقولہ تعالیٰ
فھیام ثلثۃ ایام مسہ قسراء
ابن مسعود رخص اللہ تعالیٰ عنہ
بزیادۃ متتابعات، قالوا فان
المطلق یوجب اجزاء غیر المتتابع
والمقید یوجب عدم اجزائہ کما
فی التوضیح وغیرہ فقد افادوا من
الحمل خاص بالایجاب دون
الجواز والاستحباب، ولسنا

(ج) تنویح میں اسباب متعدد اور اختلاف حوادث
کی صورت میں بھی مطلق کو مقید پر حمل کرنے والوں کو
جواب دیتے ہوئے فرمایا، "اگر ایک ہی حادثہ
میں ایک حکم میں مطلق کی نفی ہو، اور دوسرے میں
مقید کی نفی، تو مطلق کو مقید پر حمل نہیں کیا جائیگا
کہ ان دونوں میں کوئی تعارض نہیں، اصل ہر
دونوں کی نفی ہے۔

ہاں دوا ایسے قتل احکام میں مطلق کو مقید
پر حمل کیا جائے گا، جہاں ایک حکم دوسرے کی
تقصید کو مستلزم ہو جیسے کسی نے کسی سے کہا ہار
طرف سے ایک غلام آزاد کرو اور مجھے کسی مشرک
غلام کا ایک حصہ دے، ایسی صورت میں امر کی
تقصید نہ ہوگی، غریب کو ہی آزاد کیا جائیگا
اگرچہ حکم مطلقاً آزاد کرنے کا ہے، لیکن مشرک غلام
کی ملکیت کی نفی نے تمیلک کو صرف مسلم غلام
تک خاص رکھا، اور اُسے مالک بنائے بغیر
اُس کی طرف سے آزاد نہیں ہو سکتا، تو جس کا
مالک بنا سکتا ہے، یعنی مسلمان کا، اُسی کو
آزاد بھی کرے گا، آزادی کا حکم لاکھ عام ہو۔
(ج) تو فیح وغیرہ میں تعارض کے وقت مطلق کے
مقید پر حمل ہونے کی مثال دیتے ہوئے فرمایا،
"اللہ تعالیٰ نے کفارہ میں مطلقاً تین روزے

قال المولى بحر العلوم ملك العلماء
عبد العلي التكنوى قدس سره في فوائد
الرحموت مشور مسلم الثبوت ، فيه
شارة الى ان الحمل انما هو اذا كان
الحكم الايجاب دون الندب او الاباحة
اولا فلها لغو في اباحة المطلق و
المقيد بخلاف الايجاب فان
ايجاب المقيد يقتضى ثبوت
المؤاخذه بترك القيد و ايجاب
المطلق اجزاء مطلقا ، قول
الامام السفاني في النهاية على
ما نقله في البحر من
متصفا به من
حل المطلق على المقيد عندئذ لا في حادثة ولا في ثبوت
جوز ابراهيم بن محمد رضي الله تعالى عنه
القيسم بجميع اجزاء الاس من بعد
جعلت في الاس من مسجدا و
طهورا و لم يحمل هذا المطلق
على المقيد وهو حديث المتروك
طهورا او فاعله اس او نفى من هم من
منهم ان مذهب اصحابنا رضي الله
تعالى عنهم وجوب الحمل عند اتحاد

رکن کا حکم دیا، متفرق طور پر ہر ایک مسلسل، اس سے
کچھ تعرض نہیں کیا جیسا کہ ثلثۃ آیات (تین آیات) کا
دورہ (یعنی حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ
عنه کی قرأت ثلثۃ آیات جنتاً بعدت) مسلسل
تین دن، آیات یہاں ایک حادثہ میں دو متعارض
حکم واجب کے لئے، کیونکہ آیت کا تقاضا یہ ہے
کہ متفرق طور پر بھی روزہ رکھ لے تو کفارہ کے لئے
کافی ہوگا، اور جنت بعدت کا تقاضا یہ ہے
کہ مسلسل رکھنا واجب ہے، اس لئے یہاں
مطلق کو مقید پر حل کیا جائے گا۔

توان علماء نے تعارض والی صورت کو وجوب

کے تحت لکھا ہے :

بحر العلوم بحر العلوم رضی اللہ تعالیٰ
عنه نے فوائد الرحموت میں فرمائی : "مصنف کی
جہاد سے یہ پتہ چلتا ہے کہ مطلق کو مقید پر
حمل کرنا احکام واجبہ کے ساتھ خاص ہے احکام
مستحبہ اور باجبرہ کے ساتھ نہیں، اس لئے کہ مطلق
اور مقید دونوں کے مباح ہونے میں کوئی تعارض
نہیں، البتہ احکام واجبہ میں تعارض ہے کہ مقید کا
تقاضا یہ ہوگا کہ جس نے قید پر عمل چھوڑ دیا، مجرم ہوا
اور مطلق کا تقاضا یہ ہوگا کہ کوئی مجرم نہیں کیا، اس
تعارض کو دفع کرنے کی ضرورت ہے، مطلق کو

العادة مطلقا ، فاناد ان ليس هذا ۵۲ عقیدہ ہی لیا جاتا ہے۔

من المناطق في شئ بل لا يجوز في حادثة
ايضا اي ما لم يتما لعا فيضطر اليه لنفع
التعاضد ، الا ترى ان اما هذا الاعظم
مرضى الله تعالى عنه لم يحصل الارض
على التراب مع اتعاد الحادثة وعلى هذا
التقرير لا يتجه ما اورد عليه العلامة المحقق
محمد بن عابد بن الشامي قدس سره السامي
في رد المحترك كما اوضحته فيما علقته
عليه والحمد للضعيف ههنا بحث شريف
لولا غواية المقام لانت به۔

یہی تخیم جائز قرار دیا، اگرچہ حادثہ ایک ہی ہے۔

(ک) امام سفاقی نے نہایت میں فرمایا اور صاحب
بحر الرائق نے ان کے قول کو سند کے طور پر ذکر کیا
یہ بھی یہی ہے کہ حادثہ چاہے ایک ہو چاہے چند
مطلق کو عقیدہ پر حمل نہیں کیا جائے گا، دیکھ حضور
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک حدیث میں فرمایا
شاری رُوسے زمین میرے لئے طور بنائی گئی؟
یہ مطلق ہے۔ دوسری حدیث میں فرمایا: التراب
طهور (مٹی پاک ہے) یہ خاص اور عقیدہ
ہمارے امام اعظم رحمہ اللہ نے عام کو خاص پر
حمل نہیں کیا، اور اس کے سارے اجزاء

اس عبارت سے یہ خبر ہے کہ ہمارے اس جو یہ کہتے ہیں
کہ حنفیوں کے نزدیک احادیث و روایات میں وہی وہی ہے یا بسے یا لا نکہ وار و دار حسا و
واحدہ یا متعددہ پر نہیں، تعارض پر ہے، اور اسی مجبوری سے عام کو خاص پر یا مطلق کو عقیدہ پر حمل
کیا جاتا ہے، اور اسی سے ہمارے امام اعظم نے ایک حادثہ میں بھی عام کو خاص پر حمل نہیں کیا کہ ان
دو حکموں میں کوئی تعارض نہیں۔

زیہاں امام شامی کا ایک اعتراض ہے جس کا جواب ہم نے ان کی کتاب پر لکھ ہوئے اپنے
حاشیہ میں دیا ہے)

ایک اور دلیل | یہی حدیث حضرت سلمہ بن، لا کوش
رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے امام احمد و شیخین نے اس طرح
روایت کیا،

(۱) کلوا (کھاؤ) اطعموا (کھلاؤ) اور خروا (جمع کر
اور امام احمد، مسلم، ترمذی نے حضرت
بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہی روایت کی،

على ان لقائل ان يقول ان الاتجار ههنا
وحمل على التصديق لكونه مع كالمطلق
مع العقيد فكذلك يجب حمل الاطعام
الورقة وعند احمد والشيخين وغيرهم قد
حديث سلمة بن الاكوع رضي الله تعالى عنه
كلوا واطعموا وادخروا، و

۴۳۵/۲ قدیمی کتب خانہ کراچی

(۲) کلو اما بیداءکم (جتنا پاسہ کھاؤ) و اطعموا
(کھاؤ) و ادخروا (بیچ کر دو)

اور امام مسلم وغیرہ کے یہاں ان الفاظ میں مروی ہے
(۳) کلو (کھاؤ) اطعموا (کھاؤ) احبسوا
(روک رکھو) و ادخروا (بیچ کر دو)

حضرت نبیشہ ہدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث اس
کے ساتھ ملتی ہے، تو ان چاروں حدیثوں میں "کلو"
اور "ادخروا" کا لفظ مشترک ہے، صرف حضرت
نبیشہ ہدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں تیسرا لفظ
"ایتجدروا" (طلب اجر یعنی کارِ ثواب کرو) ہے
اور بقیہ تین حدیثوں میں "ایتجدروا" کے بجائے اطعموا
ہے۔ **مسند احمد** میں اس حدیث کی عبارت ہے
"کلو اما بیداءکم (جتنا پاسہ کھاؤ) و اطعموا
(کھاؤ) و ادخروا (بیچ کر دو) و ایتجدروا (طلب
اجر کرو)۔" اب اگر سب چھوڑ کر ہم یہ تسلیم
کر لیں کہ حضرت نبیشہ ہدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی

عند احمد و مسلم و الترمذی من
حدیث بریدۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ
کلو اما بیداءکم و اطعموا و ادخروا
و عند مسلم و غیرہ من مساویۃ
ابی سعید الخدری رضی اللہ
تعالیٰ عنہ کلو و اطعموا و احبسوا
و ادخروا، قامت الاطعام ایضاً مع
التصدق کالاستجار مع انہ باجماع
العلماء علی اطلاقہ جاسر للاتفاق علی
إباحة الإباحة و عدم قصر الأمر
علی التصدق، فادعهم و لتأمل الموقوف
اذا نظر حدیث أمنا **مسند احمد**
مع هذه الأحادیث **مسند احمد**
فی موعه انہ المراد ثمنه
بالتصدق المعنی الاہم الشامل
لجميع انواع القرب السالیة

یعنی حضرت نبیشہ، سلمہ، بریدہ اور بنی سہل
رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی احادیث - ۱۲ - منہ
قدس سرہ - (ت)

میرا گمان ہے کہ یہاں "علیہ" کا لفظ ضروری
ہے یعنی حدیث میں وارد اطعام کو صدقہ پر
محمول کیا جائے۔ (ت)

علی ای احادیث نبیشہ و سلمہ و بریدۃ
و ابی سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہم ۱۲ منہ
قدس سرہ -

علی ظنی انہ لا یدھننا من لفظ علیہ
(ای یجب حمل الاطعام الواردۃ فی
الاحادیث علی التصدق)

سہ جامع الترمذی الباب الاضاحی باب فی الرزقۃ فی اکمل بعد ثلاث امین کمپنی دہلی ۱۸۲/۱
سہ صحیح مسلم کتاب الاضاحی باب بیان ما کان من انہی عن کل لوم الاضاحی قدیمی کتب خانہ کراچی ۱۸۹/۲

جواز الاباحۃ بل فصولا کل مما شریع
 بلفظ الاطعام جاز فیہ الاباحۃ لما سیأتی
 فاین تعیین التملیک تدعون ، ثم رأیت العلامة
 الاتفاقی فی غایۃ البیان قال فی شرح هذا
 الکلام وذلک لان الأیۃ والمختار فکانت الجهات
 الاکل والتصدق والاعتبار فکانت الجهات
 ثلثا فانقسمت علیہا املا ثلثا و معلوم ان
 لیس فی الأیۃ الا لفظ الاطعام المجموع علی
 شمولہ للاباحۃ ، وقد عبر عنه بالتصدق
 فاعلم ان التصدق المذکور ہنا هو
 لتعمول علی الاستیجار و ذلک العکس
 واللہ العوفق۔

وائے فقیران کو، تو جب جہتیں تین ہیں تو گزشت
 بھی تین حصہ کر دیا جائے۔

اس عبارت کے شروع میں جس کو صدقہ والا
 حصہ کہا ہے یہ وہی ہے جس کو بعد والی عبارت
 میں لفظ اطعام سے بیان کرتے ہیں، اور یہ
 بات تو سب جانتے ہیں کہ اطعام کے لئے تدبیک
 ضروری نہیں، نہ شرعا نہ لغتاً، بلکہ سبب باہر اتفاق
 اطعام میں اہانت کو جائز رکھا، بلکہ یہ تصریح کی کہ
 جہاں لفظ اطعام آئے وہاں اہانت مراد ہوگی،
 امام اتفاق اسی عبارت کی شرح میں فرماتے ہیں،
 ”قرآن و حدیث نے جب کھانا، صدقہ اور
 جو کچھ دے گا، اسی میں تین جہتیں ہوں گی، اسلئے
 کہ یہ تین جہتیں ہیں۔“

جہاں کہنا ہے کہ آیت میں صدقہ کا لفظ بھی نہیں اطعام کا لفظ ہے جس کے لفظ میں اہانت داخل
 ہے، اور اسی کو یہ علماء لفظ تصدق سے تعبیر کرتے ہیں، تو معلوم ہوا کہ اس موقع پر لفظ تصدق ہی عام معنی
 میں مستعمل ہے، اور اس سے ہر قسم کا کاربیر مراد ہے۔

ایک شہید اور اس کا جواب امام حاکم نے اپنی
 مستدرک میں سورۃ حج کی تفسیر میں ابو ہریرہ رضی اللہ
 عنہ کے واسطے سے ایک روایت نقل کی ہے،
 امام بیہقی نے بھی سنن کبریٰ میں اسے نقل کیا، امام
 نے اس حدیث کو صحیح الاسناد بتایا، لیکن امام
 ذہبی نے تلمیح میں اس پر جرح کی، جو کچھ بھی ہو یہ

ثم ان الحاکم وری فی تفسیر سورة الحج
 من مستدرک بطریق مزید الجواب عن
 عبد اللہ بن حیاث المصری عن الاعرج
 عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال
 قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
 من باع جلد اخصیئہ فلا اضحیۃ لک

لغایۃ البیان

لہ مستدرک للحاکم کتاب التفسیر تفسیر سورۃ الحج

دار الفکر بیروت

ورواه البيهقي ايضا في سننه (الكبرى) ،
قال الحاكم صحيح الاسناد ولم يخرجاه
قلت وهذا وان مرده الذهبي في
التلخيص فقد تلقاه العلماء بالقبول ، و
بهذا يتقوى الحديث وان ضعف سنداً ،
بيد انهم كما ترى لا يجرون على اطلاقه ، فقد
اتفقوا على جواز البيع التصديق ، ونصب
اثبتوا في الصحيح عندهم على جواز البيع
بما يبقى ، فكان الشأن في تنقيح معنى الحديث
وانا اقول وبالله التوفيق من تأمل
لظم الحديث وامس النظر في المواضع
الفقهية ، الجاء في
المراد ببيع خاص ، من يبيعه
كان ، كيف وان التصديق من مقاصد
لاضحية المأذون فيها شرعاً ، وان للبدل
حكم المبدل وقد ثبت شرعاً جواز دفع القيمة
في مأكلة وفطرة ونذر وكفا سائمة كما نص
عليه في الهداية والكافي والكنز
والتنوير وغيرها عامة كتب المذهب
فاذا جاز هذا ، والصدق قامت
واجبة ، فذنن يجوز وهي نافلة
اولى قافهم ، اما عدم جواز ذلك
في الهدايا والضحايا بان لا يريق الدم

حدیث علمائے اسلام میں مقبول و مستداول ہے
اور یہ چیز ضعیف حدیث کو قوی بنا دیتی ہے
انفاق حدیث کے یہ ہیں ،
من باع جلد اضحية فلا ضحية له
(جس نے قربانی کی کمال بھی اس کی قربانی نہیں ہے)
اس حدیث سے اگر کسی کو مشبہ ہو کہ اہل بیت
کے لئے بھی اس حدیث کی رو سے ناجائز ہوگی
تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ حدیث اپنے
نہیں جس کے خارجی ، داخل اور شرعی سبھی قسم کے
شواہد ہیں۔

خارجی دلیل تو یہ ہے کہ سارے علماء اس
حدیث سے روئے کمال کی بیع جائز ہے
اور اس سے روئے کمال کی بیع جائز قرار دیتے ہیں
کے جملہ میں بھی اس کی بیع جائز قرار دیتے ہیں
ظاہر ہے کہ سب علماء حدیث کے خلاف اتفاق
نہیں کر سکتے ، اس لئے لامحالہ سب کے نزدیک
یہ حدیث مطلق نہیں ہوئی بلکہ مودل ہے۔

شرعی شہادت یہ ہے کہ شریعت نے قربانی
کے گوشت وغیرہ کے جو مقاصد قرار دیے ہیں
ان میں صدقہ بنیادی مقصد ہے ، اور ان روئے
شرع بدل پر وہی حکم لاگو ہوتا ہے جو مبدل کا تھا
چنانچہ زکوٰۃ و فطرہ میں جس طرح اصل (غلا چار دی
سونہ وغیرہ) ادا کرنا جائز ہے ، اسی طرح انکی

قیمت بھی، تو قربانی میں بھی یہی ہونا چاہئے کہ جس طرح گوشت اور کھال کا صدقہ جائز ہے، اسکی قیمت کا صدقہ بھی جائز ہو۔

ایک ذیلی مشہور اور اس کا جواب | اصل قربانی میں تو ایسا نہیں ہوتا کیونکہ کوئی شخص قربانی کے بجائے اس کی قیمت صدقہ کرنا چاہے تو شہرِ خا جائز نہیں، قربانی ہی کرنی ہوگی، اس کا جواب یہ ہے کہ قربانی میں اصل مقصد طون بہانا ہوتا ہے جو قیمت صدقہ کو ملے سے حاصل نہیں ہوتا، اور چونکہ قربانی کا حکم قلعہٴ قیاس ہے، اس لئے اس میں اپنی عقل سے بدلہ مقرر کرنا صحیح نہیں، جیسا کہ بخاری میں مذکور ہے کہ ابو ہریرہؓ نے کہا کہ قربانی کا حکم قلعہٴ قیاس ہے، اس لئے قیمت سے بھی ادا ہو جاتا ہے۔

داخلی شہادت یہ ہے کہ یہ حدیث مبارک بڑے شرط و جزاء اور ہوتی، شرط یہ جملہ ہے، "جس نے قربانی کی کھال بھی" اور جزاء یہ ہے، "اس کی قربانی نہیں ہوئی"۔

پس اس جزاء کا تقاضا یہ ہے کہ شرط ایسی چیز ہو جس پر قربانی کی نفی مرتب ہو سکے اور قربانی قربانی نہ جاسکے، نہ کہ وہ چیز جس سے قربانی کا مقصد بدرجہ اتم حاصل ہو، یعنی شرط ایسی بیع ہوگی جو ثواب کھلے نہ ہو، اور وہ بیع جو اصولِ شریعت

ويعطى القيم ، فان القرية فيها بالاراقة
دونت التصديق ، وهم غير معقولة ،
فلا تستبدل ولا تتقوم ، كما افاده
في الهداية والبحر وغيرهما
ثم انا نجد المجزاء اي فلا اضحية
لله اعظم شاهد على عدم
الاطلاق ، فانت من باع
للتصدق فقد اتي بما كان
مندوبا اليه في الاضحية ،
فكيف يجازى بانتفاء قرينه مع
انه لم يزد على القرية الا
قربة مطلوبة في
المحل ، وقضية الجبر
على فعلينا في التضحية و
ينفي الاضحية على ما فيه من
التاويل لكونه في معنى الرجوع
عن القرية ، فلا يمكن ان يكون
من باب القرية ، بل ولا من
باب الاكل والادخار فانت
الشرع قد منع فيهما ايضا
مثل الاشتجار ، ولو كان فيهما ما ينافي
الاضحية ويصح ان يترتب عليه نفى
الاضحية ، لما اذن فيهما ، فعند

فَذَلِكَ مِنْ أَيْمَانِ الْوَعْدِ هُوَ الْبَيْعُ بِحَيْثُ يَخْرُجُ
عَنِ جَمِيعِ مَا رَخَّصَ لَهُ الشَّرْعُ فِيهِ، وَمَا هُوَ
إِلَّا الْبَيْعُ بِمُسْتَهْلَكٍ لَا كَالْتِ يَصْرَفُ
إِلَى قَرِيبَةٍ فَانْتِجَارُ الْأَكْلِ وَهُوَ الْإِسْتِغْنَاءُ
بِهِ عَنِ جَلْبِ الْقَدِّ ذَهَبَ بِنَفْسِ
التَّيْبَدِلِ، وَالْإِدْخَارُ لِكُونِهِ
لَا نَفْعَ بِهِ بِبَقَائِهِ، وَالْإِسْتِجَارُ
لِعَدَمِ التَّقَرُّبِ فَخَرَجَ عَنِ الْمَوْجُودِ
الْثَلَاثَةُ الشَّرْعِيَّةُ، فَكَانَ هُوَ الْمَحْظُوظُ
بِالنَّهْيِ الْمَوْثُوثِ لِنَهْيِ الْمَوْجِبِ
لِلتَّصَدُّقِ، أَمَّا إِذَا بَاعَ مَا يَخْتَفِضُ بِهِ
بَاقِيَا فَالْأَكْلُ وَانْتِجَارُ الْبَيْعِ
إِنْ لَمْ يَكُنْ فَالْإِدْخَارُ بِإِجَابَةِ
الْبَدْلِ يَنْبَغِي الْمَبْدُلُ وَهُوَ مُبَقَّرٌ
فَيَكُونُ مَدْخَرًا، وَكَذَا إِذَا بَاعَ
بِمُسْتَهْلَكٍ لِقَرِيبَةٍ فَالْأَكْلُ وَالْإِدْخَارُ
وَأَمَّا ذَهَبُ فَالْإِسْتِجَارُ حَاصِلٌ
وَهُوَ الْفَضْلُ الْمَوْجُودُ فَلَا مَعْنَى
لِلنَّهْيِ وَبِهِ ظَهَرَتْ مَا نَحْنُ
فِيهِ أَوْلَى بِالْجَوَائِزِ مِنَ الْبَيْعِ
بِبَاقٍ وَهُوَ مَصْرُوحٌ بِجَوَائِزِهِ
فِي عَامَّةِ كِتَابِ الْمَنْ هَبَ

کی غرض سے ہو، یا وہ بیع جو باقی رہنے والی چیز
سے ہو یا اس کو کھالیا جائے، تو یہ افضل
لا اضحیۃ لہ (اس کی قربانی نہیں) کی شرط
نہیں بن سکتے، کیونکہ ان کی تو خود حضور صلی اللہ علیہ
وسلم نے اجازت دی ہے، تو لامحالہ شرط میں وہی
بیع مراد ہوگی جس کی کمال یا گوشت کو قبول کیلئے
بیچا گیا ہو کیونکہ ایسی بیع سے قربانی کے مقاصد
غلط نہ ہوتے ہوئے، بیع کی صورت میں کھانا مفتی
ہو گیا، یہ ظاہر ہے، ادخار (جمع کرنا) اس کے
مفتی ہو گیا کہ ایسی چیز کے عوض جیپ جو باقی رہنے
والی نہیں ہے کہ کھائے کہ بدلہ اصل کا قائم مقام
ہو، اور اس لئے مفتی ہو گیا کہ یہ بیع
مول اور سبب درنی غرض سے ہوتی تو ایسی
بیع کی صورت میں قربانی کے تینوں مقاصد مفتی
ہوئے، اور یہ کہنا بالکل چسپاں ہو گیا کہ لا اضحیۃ
لہ (اس کی قربانی نہیں) اور اس بیع سے جو
قیمت حاصل ہوتی غنیمت ہوتی، تو اس کا صدقہ
واجب ہو گیا۔

برخلاف اس کے اگر باقی رہنے والی چیز
سے بدلہ تو اکل و ثواب تو ضرور مفتی ہوا، مگر
ادخار باقی رہا کہ بدلہ کا باقی رہنا اصل کا باقی
رہنا ہے، اور ہلاک ہوئی والی چیز سے بدلہ ثواب

ادخار اور تجارت دونوں نصب کے ساتھ ہیں لفظ
اکل پر عطف کی بنا پر ۱۲ منہ قدس سرہ (ت)

مکتی الادخار والانتجار کلاهما بالنصب عطفًا
على الأكل ۱۲ منہ قدس سرہ۔

لذلك وهو الغالب فيه وان يكون بالدراهم
لان البعير المطلق ، والبيع من جعل
وجه اما المقايضة فتستوي فيه جهتا
البيع والشراء ، اما سائر المستهلكات
ففي حكم الدراهم ، ولذا جعلها في
الهداية هي الاصل ، وقال في سائر حسن
اعتبارها بالببيع بالدراهم هذا كله
ما خطر بالبال مستعجلا ، فانعم الفكر
منصف متأملا ، فان وجدت شيئا يعرف
ويتكرفهم آل جهدا في اتباع الغرض من
اشية النظر ، والله الهادي الى صواب
الفكر.

کہتا ہے کہ نہ بیع کی یہی صورت اصل ہے ، اور
اشیاء سے تبادلہ میں تو بد لین پر قیمت اور بیع
دونوں ہونے کا احتمال رہتا ہے ، اس لئے صرف
لفظ باع بھی اس مقصد پر دلالت کرنے کے لئے
کافی ہے کہ حدیث میں لفظ "من باع" سے
خاص وہی بیع مراد ہے جو دراہم کے بدلے اپنی ذات
کے قول و انتفاع کے لئے ہو۔

مشتبہ اور اس کا جواب اگر کوئی یہ کہے کہ دیگر
مستملکات سے بھی تو بقول آپ کے بیچنا منع ہے
تو آپ کے اس قول کا کیا وزن رہا کہ لفظ بیع پر
غور کرنے سے معلوم ہو جاتا ہے کہ بیع صنوع بالدرہم
..... ہے کہ دیگر مستملکات کے

ساتھ بیع کی مماثلت و پر آئیں دراہم کو بھی اصل
قرار دیا ، اور بقیہ کو اسی پر قیاس کرتے ہوئے فرمایا ، اعتبارا بالببيع بالدرہم (دراہم کی بیع پر قیاس
کرتے ہوئے)۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

کیا جاتا ہے اور گشت میں غالب یہی ہے کہ
اس سے نفع حاصل کیا جاتا ہے اور اسے
فروخت نہیں کیا جاتا اور ، قراس سے اشارہ ہوا
کہ بیع سے مراد صرف وہ ہے جس سے انتفاع
مقصود ہو ۱۲ منہ قدس سرہ۔ (ت)

ولا يباع ما فاشا من الميراث بالببيع هو
الذي يقصد به الانتفاع ۱۲ منہ قدس
سرہ۔

(تنبیہ نفیس) اقول وبهذا التحقيق استبان والحمد لله معني قول الهداية ولو باع الجلد او اللحم بالدرهم او يما لا ينتفع به الا بعد استهلاكه تصدق بشمته أم فأنما معناها اذا باع بها لأجل الانتفاع لا البيع بها مطلقاً فإنه رحمه الله تعالى ونفعنا ببركاته في الألف والآخرى قال او لا يعمل منه آلة تستعمل في البيت، ثم قال ولا باس بالايشتري به ما ينتفع به في البيت بعينه مع بقائه، ثم قال ولا يشتري به ما لا ينتفع به الا بعد استهلاكه وقال في تعليقه اعلم بالدرهم، قال والمعنى فيه انه تصرف على قصد التمول، ثم قال ولو باع الجلد او اللحم الم فكلما به كله، بدوه وثنائه وفتحده وانتهاؤه في البيع لأجل الانتفاء لا مطلق البيع، كيف ولو اريد المطلق لما ساء قوله ولا يشتري به ما لا ينتفع به الا فأنما شراء ذلك لأجل التصديق جازئ قطعاً ولما صح قسوله اعتباراً بالببيع بالدرهم لمثل ما بينا

عبارت ہدایہ کی تشریح ہماری اس تحقیق سے ہدایہ کے مندرجہ ذیل قول کے معنی بالکل واضح ہو گئے اور ما لعیں کا استعمال باطل ہو گیا، اگر جلد یا گوشت کو درہم یا ایسی چیزوں کے ساتھ بیچا جنہیں ختم کے بغیر ان سے انتفاع نہ ہو سکے تو اس کی قیمت صدقہ کر دے۔

(۱) اس عبارت میں بیچنے سے مراد اپنی ذات کیلئے بیچنا ہے، مطلقاً نہیں۔ کیونکہ پہلے انہوں نے یہ فرمایا کہ کھال سے گھر طو کام کئے کوئی سامان بنایا جاسکتا ہے، پھر کہا ایسی چیز جسے باقی رکھ کر اس سے فائدہ اٹھایا جائے۔

اس سے یہی سکتے ہیں، تو ان دو عبارتوں کی تفسیر الہی ہی کا بیان ہے اس کے بعد فرماتے ہیں کہ ایسی چیز سے نہ بلیں جو استعمال میں خرچ ہو جائے، قرینہ مانعت بھی ذاتی استعمال الہی ہی بیع کے لئے ہوتی، اب اسی بیع کی مانعت کی علت بیان فرماتے ہیں کہ یہ بیع بالدرہم کی طرح ہے، تو ظاہر ہے کہ اس سے وہی بیع بالدرہم مراد ہوگی، جو ممنوع ہے، صدقہ کے لئے تو درہم کے عوض بیچنا جائز ہی ہے، اور آگے اسی کے لئے فرماتے ہیں کہ اس میں معنی تمولی ہے، تو یہ کلام ابتداء سے انتہاء تک پیکار کر اعلان کر رہا ہے کہ اس بیع سے مراد ذاتی انتفاع

وَبَطُلَ تَعْلِيلُهُ بِأَنَّهُ تَصَرُّفٌ عَلَى قَصْدِ التَّمَوُّلِ
فَلَيْسَ مَكَّنَ بِبَيْعِ بَالِدٍ رَاهِمٍ مِمَّا يَصْدُقُ
عَلَيْهِ ذَلِكَ كَمَا اسْتَفْضَا تَحْقِيقُهُ، وَقَوْلُهُ
وَلَوْ بَاعَ الْجَبْدُ الْإِنَّمَا هُوَ مَتَفَرِّعٌ عَلَى
تِلْكَ الْمَسْئَلَةِ فَلَا يَرَادُ بِهِ إِلَّا صَاحِبُ الرِّبِيدِ
بِهَا، كَأَنَّهُ لَمَّا بَعِثَ عِدَّةً مَرَحُوزَةً وَنَشَأَ
السُّوَالُ فَقِيلَ إِذَا لَمْ يَجْزِ هَذَا،
فَإِنْ فَعَلَهُ فَاعِلٌ فَمَاذَا عَلَيْهِ، فَاجَابَ
بِأَنَّهُ يَتَصَدَّقُ بِشَمْنِهِ ثُمَّ نَشَأَ
السُّوَالُ بَأَنَّهُ قَوْلُكُمْ هَذَا يَفِيدُ صِحَّةَ
الْبَيْعِ فَكَيْفَ بَعْدَ يَثْمَنْ بَاعَ جَبْدٌ
أَضْحَيْتَهُ فَلَا أَضْحِيَّةَ لَهُ إِلَّا أَنْ يَكُونَ
أَسْمًا يَفِيدُ كَرَاهَةَ الْبَيْعِ بِبَيْعِهِ
بِقِيَامِ الْمَلِكِ وَالْقَدَرَةِ عَلَى التَّسْلِيمِ
وَهَذَا دَلِيلٌ أُخِرَ عَلَى أَنَّ
لَيْسَ الْكَلَامُ فِي مَطْلَقِ الْبَيْعِ بِالْدَّرَاهِمِ،
فَإِنَّ الْبَيْعَ بِهَا لِاجْتِلِ التَّصَدِّقِ
لَا يَكْرَهُ أَصْلًا، وَقَدْ بَيَّنَّ هَذَا،
فَابْيَنَ مِنْ هُنَا مَوْكَلَانَا الْعَلَمَةُ الْعَلَّافُ
صَاحِبُ السُّدُرِ حَيْثُ قَالَ بَعْدَ قَوْلِ
الْمَوْلَى الْعُسْرَى رَحِمَهُمَا اللَّهُ تَعَالَى
"تَصَدَّقْ بِشَمْنِهِ أَوْ مَقَادَهُ صِحَّةَ الْبَيْعِ"

والی بیع ہے مطلقاً بیع نہیں، ورنہ حضرت کی ان
جہاتوں کے کوئی معنی نہ ہوں گے مثلاً لا ینتفع بہ
(جس سے نفع نہ اٹھایا جاسکے) اعتباراً بالبیع
بالدراہم (بیع بالدراہم پر قیاس کرتے ہوئے)
و انہ تصروف علی قصد التمول (یہ قول کی نیت
سے تصرف ہوا) اور اسی کے بعد صاحب ہدایہ
کی یہ متنازع عبارت "اگر جلد اور گوشت الا"
تراس کا مطلب مطلقاً بیع کیجے ہو سکتا ہے،
یہ تراسی حکم پر متفرع ہے، اگر یا کسی نے پوچھا کہ
ذاتی اطراف کے لئے جو بیع بالدراہم ہوئی وہ تو
ناجائز ہوتی، باب بویسیہ اس سے حاصل ہوا کہ
باعت تین مال غنیمت ہے، اس کا
مطلب اس پر گریا پھر کسی نے پوچھا
آپ کے حکم "یہ مال غنیمت ہے" سے یہ پتہ چلتا ہے
کہ بیع ہوئی مگر فاسداً اور حدیث مبارکہ لا اضحیۃ
لہ سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ یہ بیع باطل ہے،
تراس کا جواب اس طرح دیا کہ الحدیث
انما یفید الکراہۃ یعنی حدیث سے بھی بطلان
ثابت نہیں، مراد کراہت ہی ہے، کیونکہ بیع کے
تو تمام ارکان پاسے گئے کہ جانور بیچنے والے کی
ملک ہے، اور مشتری کو اس پر قبضہ بھی ہو سکتا ہے
اس لئے بیع تو ہو گئی، مگر قصد تمول اور عدم ثبات بدل

کی وجہ سے قاسد ہوتی۔

(۲) صاحب ہدایہ کا یہ بعد والا کلام بھی اس بات کی دلیل ہے کہ بیع سے ان کی مراد مطلقاً بیع بالدرہم نہیں کیونکہ تصدق کے لئے بیچنے کو تو سبھی جاز کہتے ہیں۔

(۳) یہیں سے صاحب درمختار کے کلام کا مطلب بھی واضح ہو گیا جو انہوں نے امام غزالی کے قول "تصدق بشئہ" کی شرح میں فرمایا ہے اس کا مفاد یہ ہے کہ ایسی بیع جاز ہے مگر قاسد ہے البتہ قاضی ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ نے اس پر انور کو وقف کی طرح قرار دے کر اس کی بیع کو باطل قرار دیا ہے۔ پس اس بات کی صراحت صاحب ہدایہ نے تصدق بشئہ کا اطلاق ہدایہ کی عبارت تصدق بشئہ کی طرح ہے، جو مطلب اس کا ہے وہی تنزیہ کی عبارت کا بھی ہے، تو ایسی صریح میں محال ہے کہ اس عبارت میں مطلق بیع مراد ہو بلکہ وہی مراد ہے جو ہدایہ کی عبارت "لا یشترى به ما لا ینتفع" سے تصدق علی قصد القول تک میں مراد ہے۔

(۴) اس مقصد پر اس سے بھی واضح دلائل کافی شرح والی کی ہے، وہ فرماتے ہیں،

مع الكراهة، وعن الشافعي باطل لانه كالوقف مجتبى أم فقد نصب ان قول التنوير كالهداية تصدق بشئہ" يفيد كراهة البیع، فمحال ان يكون الكلام في صدق البیع بالدرہم، بل في الصورة المكروهة فقط، وهي السارة في قوله "لا یشترى به ما لا ینتفع به" ان قوله "تصرف علی قصد التمول" ومن اوضح الدلائل علی ذلك ایضا قلیل الکاف۔

لمسئلة الهدایة بعینه ان تصدق التمول سقط عن الاضحية فاذا تسولها بالبیع انقلبت القرية ان بدلہ فوجب التصدق الله فافاد ان الكلام انما هو في صورة التمول لا غیر، ولذا حیاء تصویر المسئلة فی التبعین ومجسم الانهرو غیرهما من الاسفار الغریب بنظرة "لا یشترى به"

بالدراهم على نفسه وعياله ، فقد اوضحوا
السلام ، واشاروا الى الوهام ، وهذا دليل
رابع على ما ذكرنا ، والخمس البوتر والله
يعيب البوتر ، ان نقل كلام التبيين في
الهداية ثم قال " وهكذا في الهداية و
الكافي " انه فقد افسح بلاقيه ان معنى
كلام التبيين والهداية واحد .

کتبوں میں اس طرح بیان کیا گیا: کھال کو اپنے اور
تولسمہ ہی لگانے چھوڑا، یہ جو قسمی دلیل ہوتی۔

تربائی کے جانور سے قولی کے معنی کی لفظی چو جاتی ہے۔
لیکن عیب اس کو قولی یعنی کسبِ زر کی نیت سے بچا
تو اب پھر وہ اضمیہ سے نکل گیا، تو اب اس کا عہدہ
واجب ہو گا۔

تواضعوں نے تو نص ہی کو دیا کہ صافقت کا حکم
صورت قبول میں ہے، کسی اور صورت میں نہیں،
اس لئے اس مسئلہ کو ہمیں، مجمع الانہر وغیرہ
تجربوں کے لئے دراہم کے عرض نہ دیتے، تو اصول

(۵) اور پانچویں صاحب ہند یہ کہ کلام کے انھوں نے صاحبِ تہذیب کے کلام کو نقل کر کے فرمایا، یہ مسئلہ اسی طرح چرایہ اور کافی وغیرہ میں ہے یہ کہ انھوں نے تو منہ بھر کر گواہی دے دی کہ صاحبِ تہذیب اور چرایہ کی عبارت کا مطلب یہ ہے۔

یہ ناطقہ اعلیٰ رحمۃ اللہ علیہ
 دیکھنے کی توفیق ہوئی تو انہوں نے نزاہت نام کے
 سارے بادلوں کا صفایا کر دیا فرماتے ہیں: ”ایہ
 کی عبارت کا مطلب یہ ہے کہ کھالی کی سیج کے بعد
 اس سے قربت اور ثواب ہونے کے معنی ختم ہو گئے
 حالانکہ قربانی سے کسبِ نذر اور حصولِ نذر کی غرض قضا
 ہے، تو جب درابہم سے اس کو بیچ دیا، تو اس کا
 صدقہ واجب ہے تاکہ قربانی یا اس کے معاوضہ سے
 کسی قسم کا تول نہ لازم آئے۔“

تو انھوں نے بھی کتاب کی طرح یہ بات صاف
المطبعة الکبریٰ الامیریہ بولاق مصر ۶/۶
نورانی کتب خانہ پشاور ۵/۶

ثم بعد زمان لما من بيه رجاء و سر
عبء الضعيف بشرء غاية البياض
شرح الهداية للعلامة الاتقاني رحمه الله
تعالى ، روايته شرح كلامه بما لم يبق للوهم
مجالا ، حيث قال يريد به انت القرية
فانت عن الجبل بما باعه ولكن الاضحية
ساقط عنها معنى التمول ، فلما باعه
بالمدراهم وجب عليه التصديق بها ،
لئلا يلزم التمول بشئ من الاضحية ما وجد لها
فأفاد الكافي وغيره ان المعنى

کتاب الاضیحة
باب السادس

کر دی کہ ہدایہ کی عبارت سے مراد وہ بیع ہے جو
تحریر کے لئے ہو، اور اتنا اضافہ فرمایا کہ یہ وہ بیع
ہے جس سے کارِ ثواب اور قربت ہر سنے کی نفی ہوتی
ہے، تو وہ بیع اس حکمِ مانعت سے خارج ہو گئی
جو اسے قربت اور حصولِ ثواب کے لئے ہو،
والحمد لله رب العالمین۔

تقریر امر واضح ہو گیا کہ ممنوع مطلقاً بالدرہم نہیں
بلکہ جب تحریر کے طور پر ہو یہی بدل میں غیث پیدا
کرتی ہے، اور اسی سے تصدیق واجب ہوتا ہے
اور کارِ ثواب کے لئے نہ بچنے میں کوئی حرج نہیں اگرچہ
بعض کے قہر کا مر

هو البیوم للتمول ، و زاد ان المراد ببيع
يقوت القرية فخرج البیوم لاقامة قرية ،
فانه لا يفتوها بل يحصلها وهو قسرب
لا تمول ، فالتضام الصواب و زال الارتیاب ،
والحمد لله في كل باب ، هكذا ينبغي التحقيق
اذا ساعد التوفيق ، ومن البری تعالیٰ هداية
اسريق ، فقد بان بنعمة الله جل وعلا ان
البیوم بالدرهم ليس مما يمتنع مطلقا بل
اذا كان على جهة التمول ، وهو الذي يورث
الغث و عليه يتفرع وجوب التصديق ، اما
اذا باع بها ليصرفها في الله ... في الله ...
وسائر وجوه القرب ...
في شئ منها .

بذلك اختلفت غير مرة و كتبت
فيه فتوى منصفة اذ سئلت عنه لتسمر
بقين من ذي الحجة عام الف و ثلثمائة
و خمس من هجرة من لولا ما صليت
الخصس ، و للاح قمر و لا بزغت شمس ،
و لا اقبل غد و لا ادبر امر عليه و على آله
الغفر انكر ابر افضل صلاة و اكمل سلام
و اخرى مجملۃ اذ ورد على السؤال
لبیوم خلون من ذي القعدة المحرم
في العام الذي يلحق ذلك العام

میں نے بار بار یہی فتویٰ دیا اور اس موضوع
پر ایک مفصل فتویٰ ۱۲ ذی الحجہ ۱۳۰۵ھ کو لکھا ،
اور دوسرا مجمل فتویٰ آئندہ سال ذی القعدہ میں
دیا ، یہ دونوں فتاویٰ میرے فتاویٰ کی پوری جلد
میں ہیں تو میرے ان فتوؤں کی مخالفت ہندیوں کی
ایک جماعت نے شروع کی جن میں اکثر وہابیہ ہیں
ان کا خیال ہے کہ کمال کی بیع درہم کے ساتھ
مطلقاً ناجائز ہے ، خواہ نیت کارِ ثواب کی ہی
کیوں نہ ہو ، ان کا صدقہ کرنا واجب ہے ، وہ بھی
اسی طرح کہ فقیر کو اس کا مالک بنا دے ، کسی بھی

وهما مثبتتان في المجلد الرابع من
مجموعة فتاوى المباركة ان شاء الله تعالى
العلقبه بالاعطایا النبویه فی الفتاوی الربویة
جعلها الله نافعة للمسلمین ومقبولة لدى
العالمین وحجة لعدة يوم الدین آمین
الله الحق آمین۔

فقد ذكنا نزعني شرفه من
المهندسين اكثرهم من الوهابية الباطنيين
نراهم ان البسيم بالدرهم مطلقا
ولوللقربات يوجب التصديق حق لا يجوز
له الصرف الى مانوي من القرب بل لا يخرج
عن العهد الا بالاداء الى من رده
انتليك ، واحتج الامم سرهم من
بعمامتي الهداية والدرهم المذكور تين
وقد انا هو الساد بهما واشتبا عرش التحقيق
على انه لا مساحه لشي منهما بمن عوم القوم ،
فاختارنا ذلك عن الاسترسال صرة اخراي
في رد كلا منهم ، فانه لشدة وهن نفسه
غنى عن ايهاا غير ، فلئن سألتهم
هل الكلام ههنا اعني في قول الهداية
والدرهم سيع يكره لافي غير ، ليقولت
نعم ، ولئن سألتهم هل البسيم بالدرهم
يكره مطلقا ليقولن لا ، قل قافي تذهبون ،
ولئن قالوا في الاول لا ، لقضت عليهم
حبستهم نفس بالخطأ والجهالة ولئن

دوسرے مصرف میں خواہ مصرف خیر ہی کیوں نہ ہو ، صرف
کر جائز نہیں ، اصاف نے توہم آیر اور درختار کی
انھیں دونوں عبارتوں سے سند پکڑی ، جس کا مفصل
بیان اوپر گزرا ، تو ہم کو دوبارہ ان کی تردید کرنی ضروری
نہ تھی ، ان کی بات حد درجہ کمزور ہے ، کیونکہ ان سے
خود پوچھ دیکھو کہ چاہیہ اور درختار کی عبارت بیع
مکروہ کے بیان میں ہے ، یا کسی دوسری کے
بیان کے لئے ، تو کہیں گے بیع مکروہ کے لئے پھر
ان سے پوچھ کیا کمال کی بیع مطلقا مکروہ ہے تو
کہیں گے نہیں ، تو اب فیصلہ کے لئے کیا باقی
رہ گیا ہے ، اور اگر اول میں پلٹ کر جواب دیں
کہ بیع جائز ہے ، تو ان کا نفس انھیں
ورہ بدستور رہے ، اور ان میں اگر کہیں ہاں ، تو
ان کی بات خود انھیں کو جھٹل رہی ہے کیونکہ وہ بھی
صدقہ کے لئے بیع جائز قرار دیتے ہیں ، اور اگر
وہ اس بیع کے جواز کا انکار کریں گے تو ہم ان کو
نفس من عمار کے لشکروں سے آسودہ کر دیں گے۔

قَامُوا فِي الْآخِرَتِ لَهُمْ ، فَكَلَّا لَهُمْ أَنْفُسُهُمْ
مَنْذُورٌ عَلَيْهِمْ بِالْهَيْبَةِ وَالْطَّالَةِ ، قَانَهُمْ
أَيْضًا مَحْتَرِفُونَ بِجَوَازِ الْبَيْعِ لِلتَّعْدِيقِ مِنْ
دُونِ كَرَاهَةٍ ، وَإِنْ لَمْ يَعْتَرَفُوا لِأَيْسَاهُمْ بِجَنَاحِ
مِنْ نَصْرِهِ الْعِلْمِ ، لِإِقْبَالِهِمْ بِهَا ، فَتَأْخِذُكَ
بِهَذَا الْقَدْرِ مَثْبُوحًا لَهُمْ ، وَمَزِيدًا لَهُمْ
عَرَضًا بِأَنْفُسِهِمْ ۔

وَلَكِنْ أَقُولُ لِأَخْرُوجُ مِنْ نَصْرِ
قَاصِرِينَ لَا يَكَادُونَ يَمِيزُونَ بَيْنَ الْغَيْثِ
وَالسَّيْلِ وَالرَّهِيصِ وَالثَّيْنِ وَالْمَدِينِ وَالضُّبِيِّ
وَالشَّوَالِ وَالْيَمِينِ ، إِنَّمَا الْعَجَبُ مِنْ نَبِيرِهِمْ
الْكَلْبُ هُوَ الْمَدْعَى هُوَ الْإِنْسَانُ ، وَهُوَ الْمَدْعَى
عَلَى مَا فِيهِ مِنْ أَنْوَاعِ الْإِبْتِدَاعِ حَيْثُ
نُزَلُ غِيَاوَةٍ عَلَى الْإِتِّبَاعِ وَارْتِدَادٍ يَتَشَبَّهُ
بِمَا قَدْ مَنَّا بِبَارِقِ الْعَيْنِ وَالْكَافِي " إِنَّهُ تَهَيَّأَ
عَلَى قَصْدِ التَّمَوُّلِ " أَلِي قَوْلُهُ " فَيَكُونُ خَبِيرًا

اگر یہ جھوٹے رنگ منسل میں پڑ گئے جو مٹے اور ڈبٹے
سستے اور مٹے ، اور دائیں بائیں کی تمیز نہیں
رکھتے تو تعجب کی بات نہ تھی ، تعجب تو اس بات پر ہے
کہ ان سب کے امام کنگو ہی صاحب جو طول باغ
وحدیثہ طوالت سے نہ تھے جن انصاف نے کیجئے یہ
عمری دیا اور اپنی سب بغیر گریہوں میں اضافہ کر دیا
اور سند میں عین اور کافی کی عبارت پیش کی ، وہاں
اور دور کی عبارت ہی ان کے خلاف حجت تھیں ،
لیکن عین اور کافی کی عبارتیں تو ان کا صریح رد ہیں

عَلَى هَذَا كَانَ إِذَا ذَكَرْتَ تَرَقَّى بِهِ الْحَالُ
فِي الْغَوَايَةِ وَالضَّلَالِ فَوْقَ الْكُفْرِ
الْبَرَّاحِ وَاخْتِصَارِ لِسَانِ تَدَادِ الْعَصْرَاحِ
وَاسْتَحْبَابِ الْعَمَلِ عَلَى الْهَدْيِ فَوْقَ
بِاللَّهِ مِنَ الْهَلَاكِ وَالرَّهْدِ وَلا حَوْلَ وَ
لَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ الْعَلِيِّ الْعَزِيزِ الْحَكِيمِ ۝ اَلْقُدْسِ
سُورَةُ الْعَزِيزِ ۔

یہ حکم تو اس کے حال سابق پر ہی ہے
گمراہی اور ضلالت میں اس کا حال مزید
ترقی کر گیا پس وہ کفر ظاہر میں جا پڑا اور ارتداد
صریح کو اختیار کیا اور ہدایت پر گمراہی کو اختیار
کیا ، ہم ہلاکت و بربادی سے اللہ تعالیٰ
کی پناہ مانگتے ہیں لا حول ولا قوۃ الا باللہ
العلی العزیز الحکیم ۱۲ قدس سرہ (ت)

فیجب التصدق ، وانه اذا قولها بالبيع
 الى قوله فوجب التصدق فان كلامي الهداية
 والدبر وان كانا حجتين عليهم لالهم ،
 لكن لا كها تین الناصتین بامت الکلام فی
 صورة التمول لامطلق التبدل ، لاسیما
 کلام الاحامالیدرالمبین کالبدر ، امت
 وجوب التصدق لاهل الخیث والمجست
 لکراهة البیع ، وکراهة البیع بقصد التمول ،
 فیالمیت شعری فیظن الرجل ان کل تبدل
 بمستملک تمول ، فیحکم بکراهة البیع به
 مطلقا ، ام لا یدری الفرق بین التمول
 والتقرب حتی یحتج به
 یجیز قیاس البیان
 علی الطیب ، والنهی عنه علی المأذون
 فیہ ، بل المندوب الیه فهل هذا الاشئ
 نکرا ، وامر امرا ، وایاماکان فالحی الله
 الضراعة لشم البعارة ومنع الشاعة -
 قال الرجل هذا الله تعالی الی مملک
 اهل السنة والجماعة ، اذا باع المضحی
 جلد اضحیتہ بالدرهم سواء کان البیع
 للتمول او بنیة التصدق تعین تصدق ثمنه
 کالشرکاء هو معنی الصدقة الواجبة -

خصوصاً ہر آیه کی عبارت میں تو تصدق کی علت بحث
 کو قرار دیا ہے ، اور بحث کی وجہ بیع کی کراہت کو
 تسلیم کیا ہے ، اور بیع کی کراہت کی وجہ تمول کو
 گردانا ہے تو کیا یہ آدمی درہم کے ساتھ بیع کو مطلقاً
 بیع متمول گردانتا ہے ، یا تمول اور تقرب کا فرق
 نہیں جانتا ، یا ضد کو ضد پر قیاس کر کے کہ اور بحث
 کو طیب پر محمول کرنے کو اور بیع منہی عنہ کو بیع جائز
 پر اعتبار کرنے کو قرار دیتا ہے ، یہ کتنی شیخ بات ہے
 ہم خدا کے اس سے پناہ مانگ رہے ہیں ۔
 روح اللہ تعالیٰ اس شخص کو مذہب اہلسنت وجماعت
 کی ہدایت دے ۔ اس نے کہا : قربانی کو ٹیٹلے نے
 یہ بدلتا ہے اس بیع کی تمول (کسب زر)
 نہایت ہو یا صدقہ اس کے دام کا صدقہ کرنا واجب
 ہو گیا جیسے قدر کا صدقہ واجب ہوتا ہے ، یعنی نے
 شرعاً حلال میں کیا یہ قصد تمول پر تصرف ہے اور قربانی
 کسب زر کا ذریعہ ہونے سے محل علی ہے ، تو جب
 بیع کو کسب زر کیا تو صدقہ واجب ہو گیا کہ یہ بیکہ یہ فعل
 محرمہ سے حاصل کیا تو بیعت ہو گا اور صدقہ واجب !!
 اور کافی میں ہے جب اس سے تمول کیا تو قرست کحل
 سے منتقل ہو کر اس کے بدل میں چلی گئی تو اس کا صدقہ
 واجب ہوا ۔

اس کلام سے ہم اذکم یہ بات واضح ہو گئی کہ یہ شخص

قال العيني في شرح الهداية انه تصرف على قصد التمول وقد خرج عن جهة التمول فاذا تموله بالبيع وجب التصديق لان هذا الثمن حصل بفعل مكروه ، فيكون خبيثا فيجب التصديق وهو في الكافي فاذا تمولها بالبيع اتفقت القرابة الى بدله فوجب التصديق او مع ربا مخصصا .

أقول ولنا كلامك هذا على تعيين الشق الاخير من الشقوق الثلاثة المشارقة في قولي ، ياليت شعري فعرفنا بترديدك ان ليس كل بيع يستهلك تمولا عندك وانك ما شربين التمول .

التقريب بالتصدق جهر بـ مع عندك ان الكلام في سائر القرب دون التصديق فاذا لا اجب لاحتجاجك بكلام الكافي مثلاً ، الا كمى ادعى ان من صلى اثم سواء كانت صلواته لله تعالى او لغيره واحتج عليه بقوله عز وجل قل يا ايها الكافرون لا عيب ما تعبدون ٥ فان كانت الدليل يتم بان يكون اخ من المدعى مع عدم العباس بالجزء المقصود منه المتنازع فيه اصلاً فلا رى احد احد

تقول اور تقرب کے فرق سے آگاہ ہے بھی تو بیع تمول اور بیع تقرب کو دو طیغہ قسمیں قرار دے کر حرف تردید سے بیان کیا کہ تمول ہو یا صدقہ کی نیت دام کا صدقہ واجب ہو گیا ، ہاں لا علمی یا تجاہل عارفانہ میں لفظ تقرب کو تصدیق سے بدل دیا کیونکہ کلام تو مطلقاً کارِ ثواب کے لئے بیع کر لے کے متعلق ہے ۔

الغرض اس کلام سے اب سمجھ میں آیا کہ بات وہی آخری ہے کہ اس شخص کے نزدیک ضد مخالف سے استدلال جائز ہے ، اس استدلال کی کیفیت ایسی ہی ہے جیسے کوئی کہ جہاد خدا کی ہو یا غیر خدا ۔ اس کی قرآن عظیم میں تو ما تعبدون دیکھا ہی نہیں لا عیب سے استدلال کر دیا ۔ اسی طرح صاحب کافئی کی عبارت تو بیع تمول کی ممانعت میں ہے اور آپ نے مطلقاً بیع حرام کر دی ۔

یہ تو عبارت کافئی سے استدلال کا حال ہے اور عینی سے استدلال کی حالت تو اور ردی ہے اس لئے کہ نہ نص کرتے ہیں کہ اس کا تصدیق اس لئے واجب ہے کہ مالِ خبیث ہے ، اور یہ صورت بیع تمول کے سرا اور کسی صورت میں جو ہی نہیں سکتی ، تو آپ کا اس عبارت سے استدلال اندھیری رات

کے ثبوت میں موردِ پیش کرنے کے مرادف ہے اس شخص سے کہا، کاتی اور عینی کی عبارتوں سے ثابت ہو گیا کہ اس کمال کے دام کا تصدق واجب ہے، تو وہ صدقہ واجبہ ہوا، اور اس کا مصروف وہی ہے جو صدقہ واجبہ کا مصروف ہے، تو اسے مسجد یا مدارس کی تعمیر میں صرف نہیں کر سکتے۔

المبطلین یعجز عن إقامة الدليل على دعواه هذا احتياجه بالكافي، أما التمسك بكلام البدر في أنك الله من أن تنقص درجة عمن يدعى وجود الليل البهيم قبل الاستار يحتاج عليه بوجود الشمس في وسط السماء بانزغة تبهر الابصار۔

قال فقد اتضح بهاتين الروايتين وجوب التصديق وإذا وجب الصدقة لكونها صدقة واجبة وانهم بنقشه فلا يكون مصرفها إلا مصرف الصدقة الواجبة كما هو ظاهر، فلا يجوز مصرفه إلى بناء المساجد والمدارس من آخر بالتدريج۔

علوی صاحب نے اس عبارت کا اگر یہ مطلب ہے کہ اسی عبارتوں سے یہ ثابت ہے کہ بیع نمولی کے لئے ہے تو قیمت کا صدقہ واجب ہے، تو یہ بات صحیح ہے، مشک اگر بقصد نمولی بیع کی تو اس کا تصدق واجب ہے، اور اگر یہ مطلب ہے کہ کسی کا بر ثواب کی غرض سے بیع کیا تب بھی تصدق واجب ہے، تو یہ بات ان دونوں عبارتوں سے ہرگز ثابت نہیں، اور اگر آپ کے استدلال کے لئے اتنا ہی کافی ہے کہ عبارت میں صدقہ واجبہ کا لفظ مل جائے، چاہے جس باب اور جس بیان میں ہو، تو

أقول إن ما يرد الوجوب عند الأصول معمم، ولا كلام فيه، أو عند التقرب فلا ولا كرامة، وإني أثرت في دليلك ما ثبت بهما لا نزاع فيه، وما فيه النزاع لم يثبت بهما، وإن كان بحسبك أن يقع في كلام الأصحاب لفظ وجوب التصديق في أي مسألة من أي باب، فنعم لدعوائك في كل كتاب، دلائل عدد الرهمل والترايب۔

قال والصدقة مطلقا لا بد فيها من التمسك سواء كان إباحة أو تملك تاملة

یہ دونوں جادوئیں ہی کیا ہیں، ہر کتاب میں آپ کے
دو چار سیکڑوں ویسے موجود ہیں۔ اس شخص نے کہا :
”نہر قد میں مطلقاً تخلیک واجب ہے عام انریں کہ
بطور اباحت ہو یا بطور تخلیک۔“

آدمی کو صحیح بات نہ معلوم ہو تو جتنا ہرچکا اسی پر
صبر کرنا چاہئے اور دراز لسانی سے پرہیز کرنا چاہئے،
لیکن آپ نے تو ایک غصے سرکا اضافہ کرنا چاہا،
اور شطرنج کے کھیل میں گڑھے کو بھی داخل کر دیا کیونکہ
یہ بات بالکل غلط ہے کہ اباحت بھی تخلیک کا
ایک حصہ ہے اور وحدہ واجبہ تخلیک میں بھی اباحت
کے کام چل جائے گا، افسوس کہ اس کلام میں قسم
دینے کی بجائے دیکھ دیا گیا حالانکہ ان دونوں کی
تفریق بہت آسان ہے، اس کے ابواب بھرے پٹھے
ہیں، ابواب طلاق و لفظ و ہبہ و کراہیہ وغیرہ میں
کثرت سے یہ مسائل ہیں۔

ہر دو گنہ میں جو اول کتاب امام صدر الشریعہ
کی شرح وقایہ پڑھاتے ہیں اس میں کتاب الطہارۃ کی
ابتداء میں ہی لکھتے ہیں ”پانی پر قدرت اباحت سے
بھی حاصل ہو جاتی ہے اور تخلیک سے بھی، تو پانی دانے
نے ایک پوری جماعت سے اگر یہ کہ تم میں سے جو
چاہے اس پانی سے وضو کرے، اور پانی کسی
ایک کے وضو بھر تھا، پوری جماعت کا وضو ٹوٹ
جائے گا، کیونکہ علی سبیل الانفراد سب کی قدرت
ثابت ہو گئی۔ اور اگر یوں کہا کہ اس پانی پر تم سب
قبضہ کرو، تو تیم نہ ٹوٹے گا، کیونکہ اتنا پانی جب

اقول یا لیتک اذ لم تھتد الی الصواب
قنعت، بما من قبل صنعت، ونفسک عن
لاسترسال منعت، ولکنک اجبت ان تزید
فی ظنہور نفعة، و فی الشطرنج و نحو بغلة،
قابت دعوت القول بامتنع الاباحۃ من
اتملیک وانما تجزئ فی الصدقة
مطلق، فجعلت القسم قسما،
والفرد شدا مع ان کلمات العلماء فی مسائل
الاباحۃ غیر قلیلة ولا خفیة، بل دوامة فی
کثیر من ابواب الفقه، منها الطہارات،
ومنها الزکوۃ، ومنها الطلاق، ومنها
النقطة، ومنها الہبۃ، و ہبہ، و ہبہ،
وغیر ذلک، وهذا شرح ہر دو گنہ
الجلید صدر الشریعہ اول کتاب
نتداسہ فی الفقہ، افاد فیہ
مرحمہ اللہ تعالیٰ فی اول
کتاب الطہارات من باب
القیسم، ان القدرة ثبت بطریق
الاباحۃ، و بطریق التملیک، فان قال
صاحب الماء لجماعة من المتیممین
لیتوضأ بهذا الماء ایکو شاد، والماء
یکفی لكل واحد منفردا ینتقص قیسم
کل واحد لشبوت القدیمۃ لكل واحد
علی الانفراد، اما اذا قال هذا الماء بکم
وقبضوا لا ینتقص قیسمہم لانه یتفق

نام صدر الشریعہ نے فرمایا: (الزکوٰۃ) تصروف
 قلیحاً "زکوٰۃ تملیک کے طور پر خرچ کی جائے گی۔
 علامہ شمس قدس نے اس کی شرح میں کہا: اس میں اشارہ
 ہے کہ زکوٰۃ کو کسی کے لئے مباح کیا تو زکوٰۃ ادا
 نہ ہوگی۔

اسی طرح علماء کی تصریح ہے: جو چیز مباح کی
 وہ مباح کرنے والے کی ملک پر باقی رہتی ہے جس
 کے لئے مباح کی گئی، اس کو اس کی ملک سے کوئی
 قلع نہیں رہتا۔ "وہ تو یہاں تک فرماتے
 ہیں: "ملک کی ملک زائل ہو جائے تب بھی ضروری
 نہیں کہ مباح لڑکی ملک ثابت ہو۔"

مطلب یہ ہے کہ جو چیزیں مباح فرماتے ہیں:
 کہتا ہے، یا مقرر چیز خود اپنی ہی ملک پر ہوتی ہے کوئی
 اس کا ملک نہیں۔

مطلب یہ ہے کہ جب مباح لڑنے اس چیز کو
 کھایا، تو وہ چیز مباح کرنے والے کی ملک سے نکل
 گئی، اور کسی کی ملک میں داخل نہیں ہوئی، حتیٰ کہ
 کھانے والے کی ملک بھی نہ ہوئی، یہی مطلب ہے
 ملک فقہ کا۔ ان کا یہ قول قاطعاً قاری نے اپنی کتاب
 حاشیہ در میں پیش کیا، الغرض اگر میں نقل کرنے پر

یعنی الرکاة قال العلامة الشمس محمد
 فی شرحہا فیہ اشارۃ الی انہ
 لایجوز صرف الاباحۃ الواو ما حلت
 ما اخذ العلامة ابیہ صرف لقطۃ
 البحر، اذ قال انما قسونا الانتفاع
 بالملک لانہ لیس المراد الانتفاع
 بدونہ کالاباحۃ، او ما وقفت علی
 قول السید الشامی فی لقطۃ رد البحار ان
 التصرف علی وجه التملک احتراز عن
 التصرف بطریق الاباحۃ علی ملک
 صاحبہا ام او ما سمعت العی، یصرحون فی
 غیرہ موضع ان البیہ

ملک البیہ لاحظ لہ مر
 لم یشتوا لہ ملک بعد ذوال ملک المالك، ایضا
 قال المولیٰ بن بن نجیم فی شرح الکفران قبل
 المباح یتہلک المباح لہ، علی ملک البیہ او
 علی ملک نفسه، قلت اذا صار ماکولاً لخال ملک
 البیہ عہ، ولعمدین خل فی ملک احدہما واشود
 عنہ العلامة الطحطاوی فی حاشیۃ الدر
 ہذا وکم اسرودک یا ہذا من نقول
 الاصفا، وھب فی الوفور والاستکشاف

لہ جائز الرمز کتاب الزکوٰۃ معرفۃ الزکوٰۃ
 مکہ بحر الرائی کتاب العقۃ
 مکہ رد المحتار
 مکہ بحر الرائی باب النہار فصل فی الکفارة

کتبہ اسلامیہ گنبد قاسم ایران ۳۳۸/۲
 ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱۵۸/۵
 دار اسید التراث العربی بیروت ۲۱-۲۲۰/۲
 ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱۰۹/۴

ما تلتقي دون فقهه الاعمار، وانا بحمد الله
عالم بمناط غلطك، ومشار لغلطك وسأنتهك
عليه عن قريب، انشاء المولى القريب
الصحيح، واما ما اوجمت من اجزاء الاباحة
في الصدقات مطلقا، فواضح البطلان عند
محل من يعلم ان الزكاة وصدة الفطر
لا تعنى فيهما الاباحة على المذهب الصحيح
المفوق به، وقد قدمنا نصوص النفاية و
التنوير والدر، وضابط الدر وشرح
ملحق الابحر، وسيأتي زيادة على ذلك
ان شاء الملك -

وبالجملة كلام الله عز وجل

من قرأه الى قدمه
قد اوضحنا السرايا وانما الاوصاف وفتي
سرايا الملك العلام، فلا عينا ان نعرض
ونظوى بساط السرايا والابرار والمحمد لله
ولي الانعام -

تذييل جليل، قال العبد الذليل بعد
هذا، وقفت على تحرير آخر نهض جملة
العصر من افاضل اهل السنة جمع فيه نحو
ما حتم اولئك القوم، وحكم ان لا بد منها
من التملك متمسكا بما تحريمه حكم جلود
الاصاحي ان يتصدق بها او ينتفع بها بنفسه
او يستبدلها بما ينتفع به مع بقائه
كالغريال والسبيحة وغيرها، فحق صورا

اؤن تو ایسی نصوص کا انہار لگ جائے جو تملک
اور اباحت کے فرق کا اعلان کر رہی ہیں۔

اسی طرح اس کلام کا یہ ٹکڑا کہ صدقات میں
مطلقا اباحت کافی ہے "یہ بھی غلط ہے، اتنی بات
تو ہر آدمی جانتا ہے کہ زکوٰۃ اور صدقہ فطر میں اباحت
کافی نہیں، ہم نے اس بات کے جزئیات تو زیادہ
قد سے پہلے نقل کئے، اور در کا ضابطہ بھی
نقل کیا، آئندہ مزید تفصیل کریں گے، تو
اس قائل کا کلام از تاپا مخدوش ہی مخدوش ہے
پھر جس مزید زد کی ضرورت نہیں۔

ایک سنی عالم کا فتویٰ البتہ علامتہ المستفت
میں سے بھی ایک بزرگ نے اسی قسم کی بات کہی
جو نگو ہی صاحب سے مذکور ہوئی، ان کا کلام ایسا ہے
"قربانی کی کھال کا حکم یہ ہے کہ اس کا صدقہ کیے جاتے
یا اس کو خود استعمال کیا جائے، یا اس کو بائی رہنے
والی چیز سے بدلا جائے، جیسے چھلنی، مصلیٰ وغیرہ، تو
تصدق کی ضرورت میں تملک ضروری ہے۔"
انہوں نے اپنے کلام سے نہ تو یہ ثابت کیا کہ

التصدق لا بد من التملك أم حاصله صحرا۔

اقول هذا الكلام كما تری لا یکاد یرجع
الی طائل، فان لزوم التملك فی التصدق
لا یتلزم لروحه فی التقرب، ولعل یلزم کلامکم
بایجاب التصدق ههنا عینا ونفی سائر وجوه
التقرب شیئا فانصری المظنونة هی التمس
کانت محتاجة الی البیان وقد طویتموها و
طویتم انکشاف عن بیانها فاختل البرهات
وکانت ملحوظة هذا الفاضل وصحط نظره ان
حکم الجمله اذا کان فائرا باین الاشياء الثلثة
و بالبیع بالدرهم ولولا جمل التقرب انتفی
الاخیران، فتعین الاول وهو

من التملك هذا اغایة ما یجب فی مسیر
کلامه، علی حسب مراده ههنا سربہ بلفظه
واکرامه فالان۔

اقول وبالله التوفیق وبه الوصول
الی ذری التحقیق، اعلم ان تصدقة اطلاقا
الاول اخصها تملیک العال من الفقیر محتاجا
لخروج الامحارة والاباحه وهدیه الغنی
والاقراض وهذا هو المراد فی الزکوة
وصدقة الفطر، وبهذا المعنی یقال ان
الصدقة لا بد فیها من التملك وچینثه
لا تدخل فیها الکفارات لجوار الاباحه

کمال کا صدقہ صدقہ واجب ہے، شرع ثابت کیا کہ
اس کو کسی اور کا برائی میں نہیں لگایا جاسکتا،
حالانکہ یہی دلیل کا صغریٰ ہے، بل اس کے ثبوت
کے دلیل ہی بیکار ہے، ان بزرگ کی غلطی کی بنا پر
یہ ہے کہ انھوں نے یہ کہا کہ قربانی کی کمال صدقہ کرنے
بعینہ اس سے انتفاع حاصل کرنے یا باقی رہنے
والی چیز سے استبدال میں منحصر ہے، اور جب بعینہ
انتفاع اور استبدال با باقی کی صورت نہ پائی گئی تو
تصدق معین ہو گیا، اور اس میں تملیک ضروری
ہے (اللہ تعالیٰ انھیں اپنے لطف سے لولہی
یہ ان کے کلام کی انتہائی توجیہ ہے۔

لیکن قابل غر امر یہ ہے کہ شرع میں صدقہ کا
اطلاق متعدد چیزوں پر ہوتا ہے،

(۱) تملیک المال من الفقیر اس صورت
میں عاریتہ، اباحت، ہدیہ غنی، قرض وغیرہ سب
صدقہ سے نکل گئے، اور صدقہ فطر اور زکوة میں لفظ
صدقہ سے مراد ہوتی ہے اور اسی صدقہ کے لئے
کہا جاتا ہے کہ اس میں تملیک ضروری ہے، تو
صدقہ کفارہ اگرچہ صدقہ واجب ہے، لیکن اس معنی

بإطلاق الاستباح ، والتصرف والاستهلاك
 الصادق به وبالإباحة وبهذا المعنى تشمل
 الكفارات فتعد من الصدقات الواجبة كما
 قال النجاشي والشافعي وغيرهما في مصروف
 الزكاة أنه هو مصروف أيضا لصدقة الفطر
 والكفارة والنذر وغير ذلك من الصدقات
 الواجبة لله وبه علم امت هذين
 المعنيين لا يتعداهما الواجب من الصدقات
 والمخلط بينهما كأنه هو الذي حدد ذلك
 الربيع الوهابي ان جعل الإباحة من
 عليك ، وذلك انه رأى في الفتح ما يقصر
 الصدقة على التعليل
 بانقلنا أنما هو يفيد ان الصدقة
 من الصدقات ، وقد نقل العباسيين
 في فتاوى فاطمات انه نظم منها شكلا و
 استنتج منه ان الكفارة لا بد فيها من
 التعليل ، وكالتدريس ان الإباحة تسوغ
 فيها ، فلم يتألفك نفسه ان حكم بكون الإباحة
 قسما من التعليل لانه اضطربت لديه
 الاقوال ، وضاق عليه ميدان الجبال
 ولم يدرك أقصى عن الاشكال الاباء
 هذا الحسن ، ولم يعرف المسكين فرق
 الجبال ، وان تغير الاوسط يهدم الاشكال

استعمل کہ بھی صورتوں کو شامل ہوتا ہے جو تئیک اور
 اباحت دونوں صورتوں میں ہو سکتا ہے ، صدق اس
 معنی میں کفارہ پر لایا جاتا ہے جو صدقہ واجبہ سے ہے
 اسی کو لینے کا اہل وہی ہے جو زکوٰۃ کا اہل ہے ،
 چنانچہ قسمستانی و شافعی وغیرہ نے کہا ،
 ”جو فقیر مصروف زکوٰۃ ہے وہی صدقہ فطر ، کفارات
 اور نذر وغیرہ کا مصروف ہے ۔“

صدقہ کے یہ دونوں معنی صدقات واجبہ میں ہی
 متعلق ہونگے ، شاید اسی بات نے اس کو اپنی آدمی
 کو یہ جرات دلائی کہ اس نے اباحت کو بھی تئیک
 میں شمار کیا کہ انہوں نے فتح القدیر میں دیکھا اصدقہ
 ”باب“ ہے اور رد المحتار کی ابھی
 ”باب“ ہے ۔ یہ دونوں عبارتیں اس نے اپنے
 فتویٰ میں نقل کی ہیں اور اس سے قیاس ترتیب
 دے کے یہ نتیجہ نکالا کہ کفارہ کے لئے بھی تئیک ضروری
 ہے ، اور یہاں ہی رہے تھے کہ کفارہ میں اباحت
 تو اس فیصلہ میں اپنے نفس پر قابو نہ پاسکے کراہت
 بھی تئیک کا ہی ایک حصہ ہے کیونکہ اقوال انہیں
 مضطرب نظر آئے اور ان میں تطبیق دے نہ پاسکے
 تو یہ محال بات بدل دی اور قیاس ترتیب دیتے ہوئے
 انہیں یہ پتہ نہ چلا کہ حد اوسط مکمل نہ ہونے سے قیاس
 غلط ہوتا ، فتح القدیر کی عبارت ”الصدقة

يجب فيه التملك " میں صدقہ سے مراد صدقہ فاقہ
یعنی اول ہے ، اور " الکفارات تجوز فیہ
الاباحۃ " کا صدقہ ہونا بمعنی ثانی ہے ، حالانکہ
قسمتانی ان کی راہ کشادہ کر چکے تھے ، وہ فرماتے ہیں
" انہ تصرف تملیکاً یستثنیٰ منہ الکفارات "
صدقات واجبر میں تملیک ضروری ہے لیکن کفارہ
اس سے مستثنیٰ ہے۔

فان التی يجب فیہ التملیک ہی الصدقة بالمعنی
الاخص الوارد فیہ لفظ الیتاء او الاداء او
ما یؤدی مؤداہما ، و الکفارات لیست من
الصدقات بہذا المعنی ، فلا شکل ولا اشکال
والحمد لله المہین السعال ، علی انہ ان
قطع النظر عن هذا التحقیق النفیس الانیس
الدقیق ، فکان السبیل ان یقال باستثناء
الکفارات من حکم وجوب التملیک کما
فعل الفضل القمہ فی حیث قال
تحت قول النقایۃ تصرف تملیکاً یستثنیٰ
منہ اباحۃ الکفارات (۱) لان یرکب مثلك
هذا الحال ، وبالله التوفیق و سرور
الفضال هذا ما وعدناہ باسمہ الی سرور
اطلاقات الصدقة ۔

(۳) صدقہ کا ایک اطلاق یہ ہے کہ تملیک ہاست
اور فقیر و غنی دونوں کو عام ہے ، توسط شریعہ
ابوداؤد میں ہے ،
" صدقہ یہ ہے کہ فقیروں کو دیا جائے (مطلب
یہ کہ صدقہ میں ہونا یہ ہوتا ہے) ورنہ صدقہ ہمارے
نزدیک مالداروں کو بھی دینا جائز ہے "۔

الثالث ویربما یقطع النظر عن الفقر
ایضا ، فتشمل التملیک و الاباحۃ للفقیر
والغنی ، قال فی التوسط شرح سنن ابی داؤد
الصدقۃ ما تصدقت بہ علی الفقراء اعی غالب
انواعها کذلک فانما علی الغنی جائزۃ
عندنا یشاب بہ بلا خلاف (۲) و قال فی

رد المحتار عن البحار الرائق الصدقة تكون
على الاغنياء ايضا وان كانت مجازا عن
الهبة عند بعضهم وصرح في الذخيرة بان
في الصدق على الغني نوع قربة دون قربة
الفقير ^{الشيخ} احمد وروى احمد والطبراني في الكبير
عن المقدام بن معد يكرب رضي الله تعالى
عنه ، قال قال رسول الله صلى الله تعالى عليه
وسلم انك ما اطعمت ذو جثك فهو لك
صدقة وما اطعمت ولدك فهو لك صدقة
وما اطعمت خادمك فهو لك صدقة ، وله
فيه عن ابي امامة الباهلي رضي الله تعالى عنه
عن النبي صلى الله تعالى عليه وسلم
الرجل في بيته واهله زوجه وبنوه
الاربعة ربما تطلق حيث لا تمليك و
لا باعة اصلا وانما هو تصرف مالي قصد به
نفع المسلمين كحضر الايام وكروى الانها
وبناء الرطب والجور والمأجد و
المداسم وغير ذلك ، وعن هذا
تقول انها صدقات جارية ، ومن ذلك
قولهم في الاوقاف صدقة مؤبدة ، وعليه
جاء قوله صلى الله تعالى عليه وسلم

رد المحتار عن بحار الرائق صدقة
مالداروں پر بھی ہوتا ہے کہ مجازاً ہے کہ صدقہ
کہتے ہیں ، اور ذخیرہ میں تشریح ہے کہ مالدار کا صدقہ
فقروں کے صدقہ سے کم ثواب والا ہوتا ہے ۔
احمد و طبرانی نے کبیر میں مقدم ابن سعد کرب
رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں جو بیوی کو
کھلایا تو صدقہ ، جو اولاد کو کھلایا تو صدقہ ، جو خادم
کو کھلایا تو بھی صدقہ ۔

طبرانی میں ابوامامہ باہلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ
سے روایت ہے آدمی اپنے گھر میں جو کچھ بلی خیال
کرتا ہے وہ سب صدقہ

(۴) اس اطلاق میں تملیک سے نہ اباحت ،
یہ ایک قسم کا تصرف مالی ہے جس سے مسلمانوں کو
نفع پہنچانا مقصود ہوتا ہے ، جیسے گناہ بنانا ،
خیریں تیار کرنا ، مسافر خانے اور پل بنانا ، مسجد
اور مدرسوں کی تعمیر کرنا ، اور انھیں امور غیر میں صرف
کرنے کو صدقہ جاریہ کہتے ہیں ، اور اوقاف کو اسی
معنی میں صدقہ مؤبدہ کہا جاتا ہے ، حدیث ثمرین
میں ہے : حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس

اذا ناء سعد بن عبادۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ
 فقال یا رسول اللہ اخی ماتت مائی الصدقة
 افضل ، قال سقی الماء ، فخفض بئرا ، و
 قال هذه لآخر سعد ، کما اخرجہ احمد
 وابو داؤد والنسائی وابن ماجہ
 وابن حبان والمحاکم عن سعد
 وابو یعلی عن ابن عباس رضی اللہ
 عنہ فقد سقی سقی الماء بعفرو البئر
 صدقة ، ومعلوم ان لا تمیلک
 لیه ولا اباحۃ ، فان من شرطہا ان
 یکون الماء فی ملک المبیع کما لا یخفی علی احد
 وقد قال صدر الشریعۃ **لا تصح اباحتهم** ثم
 ان ماء البئر غیر مملوک لصاحبہا ، ففی
 التمهید ایه البئر ونحوها
 ما وضع للاسیراس ولا یملک
 المباح بدوۃ ، وفی متاوع
 العلامة خیر الدین الرملى

حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ آئے اور عرض
 کیا یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) میری ماں کا انتقال
 ہو گیا ہے تو کون سا صدقہ اسے مفید ہوگا؟ حضور نے
 فرمایا لوگوں کو پانی سے سیراب کرنا۔ انھوں نے ایک
 کنواں کھدوا دیا اور اعلان کر دیا کہ یہ سعد کی ماں
 کے لئے ہے۔ **داۃ احمد وابو داؤد ونسائی ابن جریر**
حاکم ابن حبان عن ابی یعلی عن ابن عباس (

تو اس حدیث میں پانی کی سیرابی کو صدقہ قرار دیا
 جس میں نہ قلیک ہے نہ اباحت ، کیونکہ اباحت
 کے لئے شرط یہ ہے کہ شئی مباح ، مباح کر نیوالے
 کی ملک ہو۔ صدر الشریعہ فرماتے ہیں : جب مال
 کی کو ان کی طرف سے

اس طرح علماء نے تصریح فرمائی کہ کنویں کا پانی
 کنویں والے کی ملک نہیں ہے۔

چاہے میں ہے کنواں اور اس کے مثل
 جو چربی جس قبضہ کر کے نہیں رکھی گئیں ، اور قبضہ کر کے
 بغیر مباح پر ملک ثابت نہیں ہوتی۔

۱/۲۳۶ کتاب الزکوۃ باب فضل سقی الماء آفتاب عالم پریس لاہور
 سنن النسائی کتاب الوصایا فضل الصدقة عن المیت نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ۲/۱۳۲
 مسند احمد بن حنبل حدیث سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۵/۶۵۲۸۵
 مراد النہان الی نہاد ابن حبان کتاب الزکوۃ باب سقی الماء المطبعة السلفیۃ مکہ المکرّمۃ ص ۲۱۸

۱۰

۱۰ البدایۃ کتاب ایجاد المراث فصل فی المیاء

۴۸۳/۴ مطبع پوسنی لکھنؤ

فی، لولوا الجیة وکثیر من الکتب لو نزل ماء
بئرہا جل بغیر اذ نہ حق یست لاشع
علیہ لان صاحب البئر غیر مالک للماء اھ
فاذن لا یكون الا تعربا الی الله تعالی بتصرف
فی مالہ لنفع المسلمین وعلی هذا سائر
القرب العالیة سواء فی دخولها فی مضمون
الصدقة۔

وقد قال الامام فقیہ النفس
قاضی خان فی الجانیة قریة فیہا بئر مطویة
بالأجر خربت القرية، وانقرض أهلها
وبقرب هذه القرية
فیہا حوض یحتاج
ان ینقلوا الأجر من القرية القریة القریة
خربت ویجعلوها فی هذا الحوض،
قال ان حوت بانی تلك البئر لا یجوز صرف
الأجر الا باذنه، لانه عادانی مکة وانت
لم یعرف البانی قالو الطريق فی ذلك انت

فتادی خیرہ، ولوالجیرہ وغیرہ بہت سی کتابوں
میں ہے، اگر کسی نے کسی کے کنویں کا پانی نکال کر
کنواری خشک کر دیا تو نکالنے والے پر کوئی تاوان
نہیں اس لئے کہ کنویں والا پانی کا مالک نہیں۔
تو یہ صرف اسی معنی پر ہے کہ اللہ کے تقرب
کے لئے اپنا مال مسلمانوں کے نفع کے خاطر صرف
کر رہا ہے، لہذا اس معنی میں سائے مالی کا خیر، صدقہ
قرار دینے والے میں برابر ہیں۔

اطلاق نهریم کہ دوسری مثال امام فقیہ النفس
قاضی خان فرماتے ہیں، ایک دیہات میں پختہ
کنواں تھا، دیہات اُجر دگیا اور کنواں معطل ہو گیا،
اس کے قریب دوسری دیہات والوں کے
کنویں کا بنانے والا موجود ہے تو اس سے اجازت
یعنی غرضی ہے کیونکہ تعطل کے بعد اینٹیں بانی کی
بلک ہو گئیں، اور بانی کا پتہ نہ پلے تو وہ اینٹیں فقیر
کو دے دی جائیں اور وہ اپنی طرف سے اس کو
حوض میں لگا دے، کیونکہ وہ اینٹیں اب نقطہ

میں کتا ہوں یعنی ضمان نہیں ہے کیونکہ یہ ایسی چیز
کا اطلاق ہے جس کا کوئی مالک نہیں ہے لیکن تعزیر
مناسب ہوگی جبکہ وہ بطور ضرر رسائی ایسا کرے کیونکہ
اسلام میں ضرر و ضرار کی ممانعت ہے ۱۲ منہ (ت)

عہ قلت اعمالا ضمان لان لا تلاف صادم
مباحا غیر مملوک لاحد اما التعزیر
فینبغی ان یكون فیما ینظر اذا افعله لم یضرب
الاضرار ولا ضرر ولا ضرار فی الاسلام ۱۲ منہ۔

یتصدق بها علی فقیر، ثم ذلك الفقير
 ینفقها فی ذلك الحوض، لانه بمنزلة
 النقطة والاولی ان ینفق القاضی
 فی هذا الحوض، ولحاجة فیہ الی
 الصدق علی الفقیر، وفي الهندیة
 عن الواقعات الحسامیة، فیما ذہری یعلم
 الفاریس، الحكم فی ذلك الی القاضی ان
 سأل فی بیعها وصرفت ثمنها الی عمارة المقبرة
 فله ذلك ثم وقال فی الغانیة قلہ ثبت
 الاشخاص بعد اتحاد الاسماء مقبرة فان
 علم فاریسها كانت للفاریس وان لم
 یعلم فالرأی للقاضی
 الاشجار وتصرفت ثمنہ ودرہ مقبرہ
 قلہ ذلك، وتكون فی الحكم كانها وقت آھ
 قلت ای فی انه مال مصروف الی
 وجوہ البر، اما الوقف فلانا فی الغانیة
 ایضا، ما جعل جعل امرضه مقبرة، وفيها
 اشجار عظيمة، قال الفقیہ ابو جعفر
 رحمہ اللہ تعالی وقعن
 الاشجار لا یصح، فتكون
 الاشخاص لواقف، ولو رشتہ

دگری پڑی چیز کے حکم میں ہے، اور زیادہ بہتر
 یہ ہے کہ قاضی اپنے حکم سے اسے حوض میں لگا دے
 اس طرح فقیر کو دینے والے حیلہ سے نہایت
 مل جائے گی۔

عالمگیری اور واقعات حسامیہ میں ہے،
 اگر قبرستان میں درخت لگانے والے کا پستہ
 نہ چلے تو قاضی اپنی صوابدید پر اس کو بیچ کر اس کی
 قیمت قبرستان کی درستگی میں صرف کر سکتا ہے۔
 خانیہ میں ہے ازہری کو مقبرہ بنانے کے بعد
 اس میں درخت لگ آئے، لگانے والا معلوم ہو
 تو وہ اسی کا ہے، اور لگانے والا معلوم نہ ہو
 تو قاضی اسے بیچ کر قبرستان کی
 درستگی کرے گا، اس کا حکم وقف ہی
 کا ہے۔

مطلب یہ ہے کہ جس طرح وقف ایک ایسا
 مال ہے جو مصارف خیر کے لئے ہی ہے اسی طرح
 اس درخت کا مصروف بھی مصارف خیر میں، وہ
 درخت خود وقف نہیں ہو جاتا۔ اسی خانیہ میں ہے
 ایک آدمی نے زمین مقبرہ کے لئے وقف کی جس میں
 درخت ہیں، فقیہ ابو جعفر کا فرمان ہے کہ چونکہ
 درخت کا وقف صحیح نہیں اس لئے وہ درخت واقف

سہ فتاویٰ قاضیان	کتاب الوقف	فصل فی الوقف المنقول	نوٹشور لکھنؤ ۲۵/۴
سہ فتاویٰ ہندیہ	ابواب الثانی عشر	فوری کتب خانہ پشاور ۴۴/۲	
سہ فتاویٰ قاضیان	فصل فی الاشجار	نوٹشور لکھنؤ ۲۲/۴	

ہوں گے، اور وہ مر گیا تو اس کے در شہ کی ملک
ہوں گے، اور یہی حکم اس کو رہا ہے جو ایسے
میں جو جس کو مقبرہ کر دیا گیا ہو۔

رحمانیہ کا بزم ہے، مسجد ویران ہو گئی جس
کے بانی کا پتہ نہیں، اور لوگوں نے دوسری مسجد
بنائی، پھر ان کی راستے ہوئی کہ ویران مسجد بیچ کر
اُس کی قیمت اس مسجد میں لگائیں، تو امام محمد کے
نزدیک اس میں صحیح نہیں، اور قاضی ابویوسف
کے نزدیک وہ ایسا نہیں کر سکتے کہ وہ ہمیشہ مسجد
ہی رہے گی۔

سراج میں ہے، اپنی مسجد جس کے بانی کا
پتہ نہ ہو، لوگوں نے اسی کے قریب
دوسری مسجد بنائی، اس ابویوسف کے نزدیک
ویران مسجد کا بیچ کر آباد مسجد میں نہیں
لگا سکتے، اور امام محمد کو اس میں اختلاف ہے،
اور غوثی قاضی ابویوسف رحمہ اللہ تعالیٰ کے قول
پر ہے۔

اس کی وجہ یہ ہے کہ مسجد جب اُسے کر
نا قابل استعمال ہو گئی اور لوگ مستغنی ہو گئے، تو
امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اس کا مالک مافی
ہو جاتا ہے، اور جب بانی کا پتہ نہ چلے تو وہ قطع ہو گئی
اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ اس کو دوسری مسجد کی تعمیر

ان مات، وكذا البني في الدار التي جعلها
مقبرة له، ومعلوم ان حكم اللقطة هو
التصدق، الا ان يكون الملقط فقيرا، فيصرفه
الى نفسه، وهو ايضا من باب التصديق من
المالك، بل قال في الدار المختارة من الصدقة
وجد لقطة وعرفها ولم يربها فاشتفع بها
لفقره ثم اليسر يجب عليه، ان يتصدق
بشئ له وان كان المحتار خلافه كما في
البحر والنهر، عن النول والحية والهمدية
وجامع الرموز عن الظهيرية قلت لان
الصدقة اصاب محلها فلا تتغير بتغير
حاله كفقير اخذ الزكوة من رجل ليس به
مرد ها، وبالجملة الحسد عند
وقد نصوا على جواز صرفه الى عمارة
المقبرة واصلاح الحوض، ومن ذلك
ما في الرحمانية عن الاجناس، اذا خرب
مسجد ولا يعرف بانيه وبني اهل المسجد
مسجد آخر ثم اجمعوا على بيعه، واستعانوا
بشئ منه في ثمن المسجد الاخر فلا بأس به،
وهذا قول محمد خلا قال في يوسف فانه
مسجد ابد عند الله، وفي السراجيه مسجد
عتيق لا يعرف بانيه خربت فاتخذ يجنبه

سنة در مختار کتاب الوقف فصل في المعابر الرباطات تركشود لکھنؤ ۴۲۵/۴
کتب اللقطة مطبع مجتبیٰ دہلی ۳۶۶/۱

کتب رحمانیہ

مسجد اخبر، ليس لاهل المسجد ان
يبيعوه وليستعينوا بشئ منه في مسجد
آخر، عند ابي يوسف خلافاً لـ محمد
وعليه الفتوى.

وذلك ان المسجد اذا خرب
والعياذ بالله واستغنى عنه يعود
عند محمد الى ملك الباقي،
كما في التنوير وغيره فاذا لم يعرف
بانيه صار لقطعة، وقد قال
الامام محمد بن حمره الى
مسجد اخبر فعدا ان الصدق
السامري في القدر - ع -
المعفى الرابع ان حريق
الحق المقابر والمياض والمساجد
وهذه الاطلاقات كلها فقهية
كما ترى.

مکمل دیتے ہیں، تو معلوم ہوا کہ صدقہ کا یہ اطلاق اسی چوتھے معنی میں ہے اور اس کو مقابر، حوض اور مسجد میں
صرف کرنا صدقہ ہی ہے حالانکہ نہ یہاں تمليك ہے نہ اباست، نہ مالدار نہ فقیر، اور یہ بھی واضح ہو کر یہ ساری
اطلاقات فقہیہ ہیں۔

الذامن قد يتوسع فيقطع النظر
عن قيد المال ايضاً، ويطلق على
كل نفع للغير بإعصال الغير او دفع
الضرر، كيما كان أو من ذلك حديث تكو اس

میں صرف کرنے کا حکم دیتے ہیں۔

توجیب: پھر قسم کی اشیاء کا حکم لفظ کا ہر توجیہ
بات صاف ہو گئی کہ اس کا حکم صدقہ کرنا ہے، ان
پانے والا فقیر جو تو اپنے اوپر خرچ کرے کہ یہ بھی صدقہ
ہے، بلکہ وہ غنا میں مدد سے نقل کیا کہ فقیر نے لفظ
پایا اور اس کو اپنے اوپر خرچ کیا، پھر مالدار ہو گیا
تو اس کا صدقہ کرے، اگرچہ فتویٰ اس کے خلاف
ہے (بکر و نہر عن النو الجید و جامع الرموز من
الکلمیر)۔

میں کہتا ہوں قرین تیا س بھی یہی ہے کہ
صدقہ اپنے محل کو پہنچ گیا، تو حالت کے بدلنے سے
سب کا حکم یہ ہے کہ جیسے فقیر مال زکوٰۃ کھاتا رہا
اب نہ رہا، تو یہ مال کہا جائے گا کہ فقیر زکوٰۃ
کھاتی سب واپس کرادے فقیروں پر صدقہ کر۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ ایسے مال کا حکم صدقہ کا ہے
اور اسی کو عمارت، مقبرہ اور اصلاح حوض میں صرف کرنے کا
مکمل دیتے ہیں، تو معلوم ہوا کہ صدقہ کا یہ اطلاق اسی چوتھے معنی میں ہے اور اس کو مقابر، حوض اور مسجد میں
صرف کرنا صدقہ ہی ہے حالانکہ نہ یہاں تمليك ہے نہ اباست، نہ مالدار نہ فقیر، اور یہ بھی واضح ہو کر یہ ساری
اطلاقات فقہیہ ہیں۔

(۵) کبھی صدقہ سے مال ہونے کی قید بھی ختم کر دی جاتی
ہے، اور مطلقاً غیر کو نفع پہنچانے، اور اس سے
ضرر دفع کرنے کو صدقہ کہا جاتا ہے، اس کی مثال
وہ حدیث ہے کہ منفر کے ساتھ مل کر جماعت

کونے کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان الفاظ میں حکم دیا،

”الامر بجل يتصدق على هذا فيصلي معه“
کوئی اس پر صدقہ کرے اس کے ساتھ مل کر نماز پڑھے۔

یوں ہی سرکار نے فرمایا، ”آدمی کے ہر چہ پر ہر دن صدقہ ہے، تو آدمیوں کے بیچ انصاف کرنا صدقہ ہے، آدمی کو جانور پر سوار ہونے میں مدد دینا صدقہ ہے، اس کا بوجھ لاد دینا صدقہ ہے، اچھی بات صدقہ ہے، راستہ بتانا صدقہ ہے، راستہ سے کوڑا کرکٹ دور کر دینا صدقہ ہے۔ (احمد و مسلم و دارالرحمن الیہ ریزہ رحمۃ اللہ علیہ)

یہ حدیث شریف آدمی کے جسم میں تکلیف ہو تو چاروں پر صدقہ کرے اور مدد کرے تو اللہ تعالیٰ اس کا اجر دے کرے گا اور غنہ معاف کرے گا (احمد و ترمذی، ابن ماجہ، ابی الدرداء احمد و ضیاء نخوع عن عبادة باسناد صحیح)

الجماعة العروى في جامع الترمذي وغيره
الامر بجل يتصدق على هذا فيصلي معه وقوله
صلى الله تعالى عليه وسلم كل سلافي من الناس
عليه صدقة كل يوم تطلع فيه الشمس تعدل
بين الاثنين صدقة بينهما، وتعين الرجل
على دابته فتحمل عليها، وترفع له عليها
متاعه صدقة والكلمة الطيبة صدقة و دل
ان طريق صدقة وتبيط الاذى عن الطريق
صدقة، اخرجه احمد والشيخان عن
ابن هزيمة رضى الله تعالى عنه، وقوله
صلى الله تعالى عليه وسلم ما من رجل مسلم
يصاب بشئ في جسده في صدقة ربه
الله به درجة وحط عنه حبيبة، خرج
احمد والترمذي وابن حبان عن ابی الدرداء
واحمد والضياد نحوه عن عبادة رضى الله
تعالى عنهما باسناد صحيح.

۸۵/۱	سنن ابی داؤد کتاب الصلوة باب فی الحج فی المسجد مرتب کتاب عالم پریس لاہور
۳۰/۱	جامع الترمذی ابواب الصلوة باب ما جاء فی الجماعة فی مسجد الزمینی کمپنی دہلی
۴۱۹/۱	صحیح البخاری کتاب الجہاد باب من اخذ بالرباب ونحوہ قدیمی کتب خانہ کراچی
۳۲۵/۱	صحیح مسلم کتاب الزکوۃ باب بیان ان اسم الصدقة یقع على کل فرع من المعروف قدیمی کتب خانہ کراچی
۴۱۹/۲	مسند احمد بن حنبل مسند ابی ہریرہ المکتب الاسلامی بیروت
۱۶۷/۱	مکمل جامع الترمذی ابواب الذیات باب ما جاء فی الصغر امین کمپنی دہلی
ص ۱۹۷	سنن ابن ماجہ باب العتق فی القصاص ایچ ایم سعید کمپنی کراچی
۴۲۸/۱	مسند احمد بن حنبل بقیہ حدیث ابی الدرداء المکتب الاسلامی بیروت

ذکرہ: وما اطعمت نفسك فهو لك صدقة
التقن هذا فلعنك لا تجد بيانا ثالث
الاطلاقات الا في هذه المودقات والله سبحانه
واهب العليوت.

ثم ان المراد بالتصدق في قولهم
في الاضاحي يتصدق بالثلث وقولهم
يئذ بان لا ينقص الصدقة عن الثلث
ليس هو المعنى الاخص الاول، كيف
قد اجتمعوا على اباحة الاباحة في القربان
فلا يمكن تعيين الاخص المنحصر في
التعليك، ويتضح ذلك في قول مجمل الانهر
وغیرہ الجهات ثلث

استصدق الله فان الاسرار
المنصوص بالتعليك المنصوص عليه في
قوله عز وجل واطعموا القانم والمعتور
وقد استدلل في الهداية بالاية على قول
البدایة يستحب ان لا ينقص الصدقة عن
الثلث، قائلان ان الجهات ثلث الاحسن
الادخار لما روينا واطعام بقوله تعالى و
اطعموا القانم والمعتور انقسم عليها اثلاث

سلسلہ میں جس صدقہ کا ذکر آیا ہے وہ ان اطلاقاً
میں سے کس اطلاق کے تحت آیا ہے، تو یہ سلسلہ
کو نمبر اولیٰ مراد نہیں، کیونکہ اس پر اجماع ہے کہ
قربانی کے گوشت کو بطور اباحت کھلا سکتے ہیں تو اس
معنی پر محمول کرنا صحیح نہ ہوگا جس میں تمہیک ضروری
ہے، اور یہ بات مجمع الانہر وغیرہ کے قول کے
طائفہ سے صاف ظاہر ہو جاتی ہے۔ چنانچہ
صاحب مجمع فرماتے ہیں، قربانی کے مصرف کی تین
حیثیت ہے، کھانا، جمع کرنا، صدقہ کرنا۔

حالاںکہ قرآن شریف میں کھانہ کا صریح ذکر ہے
تو ظاہر ہے کہ یہ کھانا جس میں اباحت کافی ہوتی ہے
نہ کہ نہ ہوتی۔

اسی طرح صاحب ہدایہ نے صاحب ہدایہ کے
اس قول کی دلیل دی، صدقہ ثلث سے کم نہ ہونا
چاہئے۔

صاحب ہدایہ کہتے ہیں، اس لئے کہ جہتیں تین ہیں
کھانا، جمع کرنا، یہ تو حدیث سے ثابت ہے، اور
کھانا یہ قرآن سے ثابت ہے کہ محتاج کو کھلاؤ،
تو تینوں کے لئے ایک ایک شرط رکھا گیا۔

على ان قد بينات معنى المنع
ليس ترك الصدق المأمور به
فانه غير المأمور به ههنا رأسا
بل المعنى قصه التمول المنهى عنه
في كل ما تقرب به الى المولى
سبحنه وتعالى ، وهو لا يتحقق
في شئ من القرب ، فلا يضربنا
عند التحقيق اسادة شئ من المعاني
، صلا ، كما لا يخفى على من رزق العقل
السليم والفهم المستقيم ، والله سبحانه بكل
شئ عليم ، هذا وجه في الجواب عن احتياج
هذا الفاضل الستطاب

اقول ثانياً مبني على
في لادجه الثلثة ، ولا دليل يدل على المحصر ،
وعدم الذکر ليس ذکراً لعدم ، وهذا
الامام القدوری مقتضياً في مختصره على
شيئين الصدق وعمل آلة حيث قال
ويتصدق بجلودها او يعمل منه آلة
تستعمل في البيت ثم فترك التبدل بما سبق
ايضاً ، انظر كلامه هذا معارضاً لكلام من
ثالث ، وهذا المحقق الحلبي قال في ملتقى
وهو من متون المذهب المعتمدة كما
نص عليه العلامة الشامي ، يا كل من

حدیث حضرت نبی صلی اللہ علیہ وسلم
میں اتیجار (کاروبار) کا لفظ آیا ہے جو تمام کاروبار
کو عام ہے ، تو چوتھے معنی جو عام طور سے صدقات
تخلیہ مراد ہوتے ہیں وہی مراد لینا صحیح ہوگا۔

علاوہ ازیں ہمارا کہنا ہے کہ قربانی میں قصہ
تصدق کی مالیت ہے ، نہیں قصہ تول کی مالیت
ہے ، تو جس قسم کے صدقہ کی نیت کرے قصہ تول نہیں
پایا جائے گا ، اور صدقہ جائز ہوگا ، اس لئے صدقہ
کی جو قسم بھی مراد لے وہیں کوئی ضرر نہ ہوگا۔

مزید توضیح | جیسا کہ ہم اوپر ذکر کر آئے ہیں کہ اس
عالم الطہنت کی غلط فہمی کی وجہ یہ ہے کہ انہوں نے
صرف تین جہتیں ہیں حالانکہ
تینوں جہتیں ہیں۔ کسی مصنف نے صرف

تین ہی ذکر کیں تو اس کا یہ مطلب نہیں کہ زیادہ نہیں
کہ عدم ذکر ذکر عدم و جو کو مستلزم نہیں ، امام
قدوری نے تو اپنی مختصر میں دو ہی جہت کا ذکر کیا ،
”کمال کا صدقہ کر دیا جائے یا گھر پر استعمال کھائے
کوئی چیز بنائی جائے“ تو انہوں نے باقی بہنے والی
چیز سے استبدال والی شق چھوڑ دی ، تو کیا ان کے
کلام کو تین شق ذکر کرنے والوں کے کلام کے معارض
سمجھا جائے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا ، قربانی
کا گوشت کھائے اور مالدار اور فقیر جس کو چاہے
کھائے ، اور صدقہ تہائی حقہ سے کم نہ کرے ۔“

لحم اضحيتہ ورنطعم من شاء من غنق و
فقير، وندب ان لا ينقص الصدقة عن
الثلث، ثم فليزيد كالتبدل باباقي في مسئلة
اللحم مع جواز قطعها على المذهب الصحيح
وان احتير ما صححه في الظهيرية وغيرها
من جواز تبدل المأكول بالمأكول كاللحم
بالحبوب واللبن وغيره بغيره كالمجلد بالكتاب
والجواب لا عكسه في الصورتين، فقد ترك
هذا الوجه في اللحم، وعلى كل فلم يعط بكل
ما هو سائل، ونقلنا ذلك ان تبعت احياء
عند ما كثر اذ لا حصر فلامسح لان يقال
اذا انتفى الاخير ان تعد
بعض من هذا في هذه الوجوه في جواب
السابق.

واقول ثانيا ان ابنته الا الحصر
فنبشوني افلا يجوز اهداؤ غنق، و
ليس من الثلث، اولاً يجوز الا حصره من
فقير، ومولى وليس منها ولا يجوز البسيم
بالدراهم للتصدق وليس البسيم للتصدق
عين التصديق، فليز بقيت هذا فليكن البسيم
بها الاجل التقرب ايضاً من البواقي.

وبالحيلة فلا دليلاً يظهر على عدم جواز
البسيم لاجل التقرب ولا على وجوب التمليك

توانمول نے بھی تبدیل بالباقی والی شق چھوڑ دی حالانکہ
مذہب صحیح پر یہ جائز ہے، اور فقیر میں تو گزشتہ
کو ماکولات جیسے غلہ اور مغزیات کے ساتھ بدلنے کی
بھی اجازت دی، اور جلد کو کتاب اور چمڑے کی قمیص
کے ساتھ، اس کا اٹا نہیں، تو ایک یہ صورت بھی
متروک ہو گئی، تو قربانی میں جن جن امور کی اجازت ہے
سب کا احاطہ نہیں کیا گیا ہے، اور جب حصر اس پر
نہیں تو یہ کہنا صحیح نہیں کہ جب دو قسمیں متفق نہ ہوں
تیسری متعین ہے۔

اسی طرح مالدار کو یہ کہنا جائز اور فقیر کو عاریتہ
دینا ناجائز ہے، یہ دونوں صورتیں بھی تو ان تینوں
بسمیہ کی نیت سے دراجم کے
پر ہے یا نہیں، تاکہ بیع کرنا صدقہ کرنا نہیں
ہے، تو جب اس کا رُثا اب کے لئے بیع جائز
تو دوسرے کا رُثا اب کیلئے کیوں جائز نہ ہوگی۔

المنعہ کوئی ایسی دلیل نہیں جس سے کارِ ثواب
کے لئے بیع منع ہو، اور اس کا تصدیق بطور قیام

ہونا ثابت ہو، اور جس چیز کو ممانعت پر دلیل قائم ہے، وہ یحیٰ بقصد قول ہے، اور ان دونوں میں ہونے بعید ہے، اور قربانی کے اجزاء سے قصد قربت جائز ہے، اور یہ یحیٰ اسی لئے ہے، اس لئے اس کے جائز ہونے میں شبہ نہیں۔

اب ہم اسی پر پس کرتے ہیں، اور ابتدا وانہاء میں اپنے نفس کو غلط و لغزش سے بڑی نہیں گردانا، اور غلط ظاہر ہونے کے بعد میں اپنی رائے پر اصرار بھی نہیں کرتا، شیخان رحمہ اللہ! میں کیا اور میری رائے کیا، نقصان ہی میری پونجی ہے اور غلطی میری بری صفت اور عاجزی میری ریا ہے۔ میرے رب کی توفیق سے ہے، اور اسی کے لئے ہر دم تعریف، اور غلط ہو تو میرے گناہوں کی بُرائی، میں اللہ کی جناب میں توبہ کرتا ہوں اور اس کی حمد بجالاتا ہوں اور اسی کی حمد پر یہ رسالہ ختم ہوا۔

اس کا ایک لطیف نام (جس سے میرے طرہیت کے مطابق کتاب کا سند تالیف بھی ظاہر ہو) کی تلاش ہوئی تو اس کا نام الصافیۃ الموحیۃ لحکم جلود الاضحیۃ رکھا، اور یہ پنجشنبہ کے روز پاشت کے وقت ۲۹ ذوالحجہ ۱۳۰۷ھ میں ہوا اور نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور ان کے

اذا فعل ذلك، بل الدلیل ناطق بخلافه فان المائل انما هو قصد القول وهذا بعض عنه، والمسوخ كما تبين بكلام الثبیین قصد القرية وهذا، فلنقتصر على هذا المقدر، حامدين لم بنا في الورد والصدور هذا ما ظهر لفتح القاصد وفكرى الفاعل ومعاذ الله ان ابرئ نفسي من الخطا والزلل واعتز على رائي بعد وضوح الخل وجنن الله الیش انا والیش رائي، وانما النقص بضاعتی والمختص صناعتی، والجهل صفتی والجزئ سمتی، فان احسبت لمستوفی ربی، وله الحمد في كل ا...

خطات حبش مؤمنی۔ رب رب رحیم الرحیم، والحمد لله العزیز الوهاب، والصلاة والسلام على النبي الاواب وآله وصحبه خير آل واصحاب، واذا انتهت الرسالة بحمد ذي الجلالة وددت ان اسميها بعلم لطيف، يكوى علما على عامر لتأيت، كما هو رأي في جسيم النصائيف وقد جادت به مد الله تعالى مختصرة، ومع الاختصار مطهرة مظهرة فاسمها ان اسميها الصافية الموحية لحكم جلود الاضحية وكان ذلك مخمورة الخسيس ليلة بقيت من ذي القعدة الحرام سنة الف وثلث مئة وسبع مئة

آل واصحاب پر ہزاروں سلام، جب تک
مات دن گزرتے ہیں، والحمد للہ رب
العالمین۔

ہجۃ المولیٰ سید الانام افضل صلاة و
اکمل سلام واجمل تحية من الملک النعام
علیہ وعلى آله وصحبه الکرار علی مرالعیالی
والایام، والحمد للہ ذی الجلال والاکرام
کتبہ العبد المذنب احمد رضا البریلوی
عفی عنہ بہ محمد المصطفیٰ النبی الاقی
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

مسئلہ ۲۹۴ از ریاست رامپور مدرسہ مطہر العلوم، مرسلہ محمد ام الدی صاحب ۱۵ صفر ۱۳۴۶ھ

دیہات میں قبل صلوٰۃ العید قربانی کرنا یا مرغ وغیرہ ذبح کرنا درست ہے یا نہیں، اور جزا وغیرہ درست کس
کو قربانی کے چرٹے کی قیمت مل سکتی ہے یا نہیں؟ اور میاں جی اور شاگرد جی بغیر طالب علم اس چرٹے کی قیمت کے
معرف ہو سکتے ہیں یا نہیں؟ اور اس قیمت کو مدرسہ مسجد وغیرہ کے اسباب میں صرف کرنا درست ہے یا
نہیں؟ اور قربانی کرنے والا اپنے ہاتھ سے مال یعنی چرٹے کی قیمت تقسیم کر سکتا ہے یا نہیں؟

جواب

مرغ کی قربانی مکروہ و تشبہ باجوس ہے، نہ اس سے واجب صحیہ ادا ہو سکتا ہے، اور جائز
قربانی شرعی وہ صحیح ہی کر سکتے ہیں کہ ان پر نماز عید نہیں، اجرت جزا میں اس کی قیمت دینا جائز نہیں کہ
تمول ہے اور قربانی سے تمولیٰ جائز، اس چرٹے کا یہی حکم ہے جو اصل کا، کہ ادخار وایتجار دونوں جائز
ہیں، خواہ اس کی مشک بنے یا کتابوں کی جلدیں یا اسے مسجد یا مدرسہ دینیہ یا مسکن میں دے دے، یا
بنیت معارف خیر یا کس کی قیمت مصونہ غیر میں صرف کرے خواہ اپنے ہاتھوں سے یا اور کے ہاتھوں
سے، ادا اگر اپنے لئے اس دامن سے بچا تو وہ دام خبیث ہیں، اور ان کی سبیل تصدق۔ واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ۲۹۵ از سلون ضلع رائے پور مرسلہ محمد طہ صاحب ۴ ربیع الآخر ۱۳۴۶ھ

کیا ارشاد ہے علمائے کرام کا اس مسئلہ میں کہ زید کہتا ہے کہ قربانی کی رتی و جھول صدقہ کرنا چاہیے
اور حسب ذیل حوالہ پیش کرتا ہے (۱) شرح وقایہ جلد اول، کتاب الحج، باب الاحصاء، بیان احکام الہدی
(۲) عمدۃ الرعاہ حاشیہ شرح وقایہ (۳) درمختار جلد اول، باب الہدی
(۴) ہدایہ جلد اول، کتاب الحج، باب الہدی (۵) قدوری، باب الہدی (۶) تنقیح الضروری حاشیہ قدوری
بکہ کہتا ہے کہ قربانی کی رتی و جھول صدقہ کرنے کی کتب فقہ میں کوئی دلیل نہیں، اور زید سکریٹ کر دے
نہیں پر حسب ذیل اعتراض کرتا ہے،

اول شرح و قایمہ دایہ وغیرہ میں مسئلہ مجوش عن کو باب الہدی میں بیان کیا ہے ، حالانکہ یہ مسئلہ باب الاغصیہ سے تعلق رکھتا ہے ، اس کے لئے دلیل کی ضرورت ہے ۔

دوم علی طریق التفریط یہ ثابت بھی ہو جائے تو لفظ غلام جس سے تریہ نے اپنا دعائاً ثابت کیا ہے ، تو کیا اس کے معنی کسی لغوی نے گزروں یعنی رتی کے بیان کئے ہیں ، ابی اثیر جو عبیدہ کسی نے تصریح کی ہے غلام کے معنی گزروں کے ہیں ۔

سوم کتاب مدۃ الرماہ نے غلام کے تصدیق کرنے کے لئے ایک حدیث نقل کی ہے ، اور کہا کہ اس حدیث کی بکاری اور حکم نے تخریج کی ہے ، تو کیا اس روایت سے غلام کے تصدیق کا حکم ثابت ہوتا ہے ؟ لفظ تام ہوا کلام ہوگا ، پس دریافت طلب یہ ہے کہ زید کا قول صحیح ہے یا نہیں ؟ اور جو کہ اعتراضات کے جوابات کیا ہیں ؟

الجواب

افتیاد شتر کے لئے دو طریقے معمول ہیں ، ایک یہ کہ وسط یعنی کے گوشت یا ایک طرف کے نٹے میں سوراخ کر کے تانے ، چاندی ، سونے کا حلقہ یا کڑی یا بالوں کا بنا ہوا چھوٹا ڈالیں ، اور مطبوعہ ڈور کا سر اس میں اور دوسرے سر سے میں رتی یا خود اس میں رتی باندھیں ، اس حلقے کو بڑھ بضم موحده وفتح رائے محفہ ، اور کڑی کا خٹاس بالکسر ، اور خادسی میں غبار بالفتح ، اور اس سے پتہ چلتا ہے ۔ اور اس رتی کو کہ اس میں ہادی چاہا ہے ، سریر سے تریہ کے ذریعہ تام و مدار اور مجوش کو ہندی میں نکیل کتے ہیں یہ اُس کے افتیاد کا اکمل طریقہ ہے ، اور اکثر اوقات اس سے سوراخ میں یہی مستقل ہے کہ بے اس کے افتیاد تام نہیں ہوتا ، اگر ادینے کا احتمال رہتا ہے ، دوسرا یہ کہ رتی کا حلقہ اس کے گلے میں قریب گوش ہار کی طرح ڈال کر منہ پر ناک کے قریب اس کا پھندا دیتے ہیں ، عربی میں اسے غلام بالکسر ، اور ہندی میں ٹھیر کتے ہیں ، نیز تام یعنی سوم بلکہ دوم بلکہ کبھی اول کہیں غلام بڑتے ہیں ، تو غلام کے چار اطلاق ہوئے ، اگر وہ رتی کر گائے بھینس بکری کے گلے میں باندھی جاتی ہے ، اُسے غلام کوئی نہیں کہتا ، نہ مادہ غلام اُس کی مساحت کرتا ہے کہ وہ غلام یعنی بینی سے ماخوذ ہے ۔ نہ ایہ ابن اثیر و جمیع اہل ہادی میں ہے ،

خطمہ البعیر ان یوخذ بحیل من لیف او شع
او قطن فیجعل فی احد طرفیہ حلقۃ ثم
یشد فیہ الطرف الآخر حتی
یصیر کا الحلقۃ ثم یقلد
ابعیر ثم یثقی علی
مخطمہ ، واما ما یجعل
اونٹ کی غلام یہ ہے کہ بگور کی چھال یا بالوں یا کائی
سے رتی بنا کر اس کے ایک طرف حلقہ بنا یا جائے
پھر اس میں دوسرا کنارہ باندھا جائے تاکہ وہ حلقہ
کی شکل ہو جائے ، پھر اسے اونٹ کے گلے میں
بار کی طرح ڈالا جائے پھر اس کو اونٹ کی ناک
پر لپیٹ دیا جائے ، اور وہ باریک رتی جو

فی اللفظ دقیق فهو الزمامیۃ

ناک میں ڈالی جاتی ہے وہ نام ہے۔ (ت)

فقہ باب ۲۳ فصل ۴۶ میں ہے :

الخطام الجبل يجعل في طرفه حلقة ويقعد البعير ثم يثنى على خطمه

خطام وہ دسی ہے جس کے ایک طرف حلقہ بنا کر اونٹ کے گلے میں باریک طرح ڈالا جاتا ہے، پھر اس کو اونٹ کی ناک پر لپیٹا جاتا ہے۔ (ت)

مصباح الثیر میں ہے :

خطام البعير معروف وسعى بذلك لانه يقع على خطمه

اونٹ کی مہار معروف چیز ہے اس کو خطام اس لئے کہتے ہیں کہ اس کی ناک پر لگائی جاتی ہے (ت)

تاج العروس میں ہے :

قال ابن شميل هو كل جبل يعلق في حلق البعير ثم يقعد على انفه كان من جلد او صوف او ليف او قنب

ابن شميل نے کہا خطام ہر اس دسی کو کہتے ہیں جسے اونٹ کے گلے میں لٹکایا جاتا ہے پھر اس کی ناک پر لپیٹ دیا جاتا ہے۔ (ت)

جامع الرموز میں ہے :

(خطامہ) هو جبل يجعل في حلق البعير ويثنى على انفه

(اس کی خطام) وہ دسی ہے جس کو اونٹ کی گردن میں ڈالی کر اس کی ناک پر لپیٹ دیا جاتا ہے (ت)

قاموس میں ہے :

الخطم من الدابة مقدم الفها ونها

چارپائے کا خطم اس کی ناک اور منہ کے اگلے حصے کو

۱/۲ مجمع بحار الانوار باب الخارج مع الطار تحت لفظ خطم مکتبہ واد الایمان المدینۃ المنورۃ

۵/۲ النہایۃ لابن اثیر باب الخمار مکتبۃ الاسلامیۃ لصاحبہ ریاض

۱/۱۸۶ مصباح الثیر الخارج مع الطار تحت لفظ خطم مصطفیٰ البابانی مصر

۲۸۲/۸ تاج العروس فصل الخارج من باب الثیم دار احیاء التراث العربی بیروت

۳۳۸/۱ جامع الرموز کتاب الحج فصل الاحصار مکتبۃ اسلامیہ گنبد قاموس ایران

والخطام کل ما وضع فی البف البعیر لیتقاد بہ یث

کہتے ہیں اور خطام اس شے کو کہتے ہیں جو اونٹ کی ناک میں ڈالی جاتی ہے تاکہ اس کے ذریعے اونٹ کو گھینچا جاسکے۔ (ت)

تاج میں ہے، کذا فی المحکم (محکم میں یوں ہی ہے۔ ت)۔ بحر الرائق میں ہے، الخطام هو اذن ما رءوہ ما یجعل فی انف البعیر یث

خطام زمام ہی ہے اور یہ اس شے کو کہتے ہیں جو اونٹ کی ناک میں ڈالی جاتی ہے۔ (ت)

درمختار میں ہے، الخطام الجبل الہدی یقاد بہ البعیر یث

خطام وہ رستی ہے جس کے ذریعے سے اونٹ کو چلایا جاتا ہے۔ (ت)

جمع البہار میں کرتی ہے، بخطامہ او بزمامہ وہا بمعنی، والشک فی تمییدہ وهو یث خط یث فیہ

(حدیث میں وارد ہونے والے الفاظ) اسکی خطام (حدیث میں وارد ہونے والے الفاظ) اسکی خطام (حدیث میں وارد ہونے والے الفاظ) اسکی خطام

یعنی امام بخاری نے کتاب العلم میں ابوبکر سے حدیث بیان کی ہے انہوں نے ذکر فرمایا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اونٹ پر بیٹھے اور ایک آدمی نے اونٹ کی ٹھیکل کو تھاک رکھا تھا، الحدیث ۱۲۱ منہ قدس سرہ العزیز (ت)

عن ای فی حدیث البخاری فی کتاب العلم عن ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ذکر النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قد علی بعیرہ واحداً انسان بخطامہ او بزمامہ۔ الحدیث ۱۲ منہ قدس سرہ العزیز۔

۱۰۹/۴	مصنف ابوبانی مصر	فصل الثامن من باب الجمع	لہ انعام من المیط
۲۸۲/۸	دار احیاء التراث العربی بیروت	" " "	لہ تاج العروس
۴۲/۳	پچ ایم سعید کمپنی کراچی	کتاب الحج باب الہدی	لہ بحر الرائق
			لہ الدر الثمین
۱۶/۱	قدیمی کتب خانہ کراچی	کتاب العلم باب من قد حیث یتقی بہ المجلس	لہ صحیح البخاری

بالبرة، ويشد في طرفه المقودية

ساتھ اس دھاگے کو لگتے ہیں جس میں برہ نامی سٹیک کو
باندھا جاتا ہے اور اس کے کئی حصے میں رسی باندھی جاتی ہے (ت)

نہایت نیز تجھ میں ہے،

البرة حلقة تجعل في لحم الانثى ، و ربما
كانت من شعيرة

برہ وہ سٹیک ہے جو ناک کے گوشت میں ڈالا جاتا ہے
اور بسا اوقات وہ بالوں کا ہوتا ہے (ت)

اس میں شرع جامع الاحول لمصنف ہے ،
حلقة يشد بها الزمام

وہ ایک سٹیک ہے جس کے ساتھ زمام کو باندھا جاتا ہے (ت)

نیز انام نووی سے ہے ،

الزمام ما يجعل في الف العير و قنيل
ما يشد به رؤسها من جبل وسيرج

زمام اس باریک رسی کو کہتے ہیں جو اونٹ کی
ناک میں ڈالی جاتی ہے ، اور کہا گیا ہے کہ وہ ایک

ایسی رسی یا قسمہ ہے جس کے ساتھ اونٹوں کے سروں کو باندھا جاتا ہے ۔ (ت)

مصباح شیریں

ریت سے جس سے زمام اصل میں اس دوری

کو لگتے ہیں جسے برہ (سٹیک) یا کڑی میں باندھ

جاتا ہے پھر اس میں مقود (رسی) کو باندھا جاتا
ہے پھر خود اس زمام کا نام مقود رکھا جاتا ہے (ت)

قال بعضهم الزمام في الف العير و قنيل

يشد في البرة اولى الخشاش ثم يشد
اليه المقود ثم يسمى به المقود نفسه

کاج العروس میں ہے ،

الزمام هو الجبل الذي يجعل في البرة
والخشبة قال البوهري اولى الخشاش

تمام اس رسی کو لگتے ہیں جس کو سٹیک یا کڑی میں ڈالا
جاتا ہے ، جو ہری سٹیک یا اس کو خشاش (کڑی)

۶۷/۶	کتبہ دارالایمان المیزنة المنورة	باب الخار مع الطار	سہ جمع بحار الانوار
۱۸۶/۱	"	بابا یار مع الزار	"
۱۸۶/۱	"	"	"
۲۲۰/۲	"	باب الزار مع الیم	"
۲۴۴/۱	صحیفۃ ابابائی مصر	الزار مع الیم تحت الزمام	شہ مصباح النیر

بالبرۃ، ویشد فی طرفہ المقودۃ

ساتھ اس دھانکے کو کہتے ہیں جس میں برہ نامی حلقے کو
باندھا جاتا ہے اور اس کے کنارے میں دستی باندھی جاتی ہے۔ (ت)

نہایت نیز تج میں ہے۔

برہ وہ حلقہ ہے جو ناک کے گوشت میں ڈالا جاتا ہے
اور بسا اوقات وہ بالوں کا ہوتا ہے۔ (ت)

البرۃ حلقة تبجعل فی اللحم الانث ، و یسما
کانت من شعر

اس میں شرح جامع الاحوال مصنف سے ہے۔

وہ ایک حلقہ ہے جس کے ساتھ زمام کو باندھا جاتا ہے۔ (ت)

حلقة یشد بها الزمام

نیز اہم ثوری سے ہے۔

زمام اس ہار یک دستی کو کہتے ہیں جو ادھنٹ کی
ناک میں ڈالی جاتی ہے، اور کہا گیا ہے کہ وہ ایک
ایسی رستی یا قسم ہے جس کے ساتھ اونٹوں کے سروں کو باندھا جاتا ہے۔ (ت)

الزمام ما یجعل فی الف البعیر دقنا و قیل
ما یشد بہ رؤسہا من جبل و سیرک

ایسی رستی یا قسم ہے جس کے ساتھ اونٹوں کے سروں کو باندھا جاتا ہے۔ (ت)

مصباح الثیر میں ہے

ان میں سے جس سے ہار زمام اصل میں اس ثوری
کو کہتے ہیں جسے برہ (حلقہ) یا ٹکڑی میں باندھا
جاتا ہے پھر اس میں مقود (رستی) کو باندھا جاتا
ہے پھر خود اس زمام کا نام مقود رکھا جاتا ہے (ت)

قال بعضهم الزمام فی ذنوب، جید، سدی
یشد فی البرۃ او فی الخشاش ثم یشد
الیہ المقود ثم یسوی بہ المقود نفسه

کتاب العربی میں ہے۔

نام اس رستی کو کہتے ہیں جس کو حلقہ یا ٹکڑی میں ڈالا
جاتا ہے، جو ہری سے کہا یا اس کو خشاش (ٹکڑی)

الزمام هو الجبل الذی یجعل فی البرۃ
والخشبة قال الجوهری او فی الخشاش

۴۲/۲	کتبہ دارالایمان المینۃ المنورۃ	باب الخار مع الظار	سبح مع بحار الانوار
۱۸۴/۱	"	باب البار مع الزار	"
۱۸۴/۱	"	"	"
۲۲۰/۲	"	باب الزار مع الیم	"
۲۴۲/۱	مصنف البابی مصر	الزار مع الیم	شہ المصباح الثیر

ثم يمشي في طرفه المقوده وقد ليسى المقوده
نرمه صا

مزارع میں ہے

خشاغل بالکسر چم کہ در بطنی ستر کنند و ہر چ از
مس باشد آن را برہ گویند ، و آنچه از خوشے آن
باغز ، مرغی

میں ڈالا جاتا ہے پھر اس کے کنارے میں رستی
باندھی جاتی ہے اور کبھی اس کی کانام زبا (دھار جلتے)

خشاغل غا۔ کے کسر کے ساتھ اس کی لڑی کو
کھتے ہیں جو اونٹ کی ناک میں ڈالی جاتی ہے ، پتیل
کی جو لٹے اونٹ کی ناک میں ڈالتے ہیں اس کو برہ
کھتے ہیں اگر وہ بالوں کی ہر تر اسے خزا کہتے ہیں (ت)

اسی میں ہے ، غلام بالکسر مہار (غلام کسر کے ساتھ مہار ۔ ت) ، اسی میں ہے ،

زمام بالکسر مہار اور شتہ کہ در چم چینی ستر بندند
برشتہ مہار بندند
نام کسر کے ساتھ مہار اور وہ دھاگہ جو اونٹ کی
ناک میں ڈالی جوتی لڑی کے ساتھ باندھتے ہیں
اور اس پر مہار باندھتے ہیں (ت)

ہر دان میں ہے

مہار بالفتح چوبیکہ در بطنی ستر کنند و یہاں چوب بندند

مہار ہر دان کے ساتھ یہ لڑی کو کہتے ہیں جس کو
اونٹ کی ناک میں ڈال کر اس پر ڈوہری باندھتے ہیں
قائم کس میں ہے ، الخزامۃ للکتابۃ للبعۃ (خزامہ بروزن کتابتہ حلقہ کو کہتے ہیں ۔ ت)

تاج میں ہے

وهی حلقۃ من شعر تجعل فی و تدرۃ
انفہ یشد بہا السوماء کسما فی

اور وہ (خزامہ) بالوں کے اس حلقہ کو کہتے ہیں جس کو
اونٹ کی ناک کے بانسہ میں ڈال کر اس کے ساتھ

۳۲۸/۸	دار اچا مال تراش العربی بیروت	فصل الزوار من باب الیم	تاج العروس
۲۵۷	مطبع مجیدی کانپور	فصل الزوار	لکھ الصراح من الصحاح باب الشین
۴۶۸	" " "	فصل الزوار	" " " باب الیم
۲۶۵	" " "	" " "	" " " " " " "
۱۰۶/۴	مطبعة البانی مصر	فصل الزوار	لکھ العروس من الیم

الصحيح، وقال الليث ان كانت من صفر
فهي برة وان كانت من شهر فمهم
خزاعة يه

سنن ابی داؤد میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے ہے،

ان التی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
اھدی عام الحدیجیۃ فی ہدایا رسول اللہ
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جملاً کانت
لابی جھل فی راس برة مت فضة،
وفی رواية من ذهب یفیظ ببذلک
المشکین۔

یشک نبی اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حدیث
واسے سال قربانی کے لئے جو اونٹ روانہ
فرمائے ان میں ایک اونٹ ابو جھل کا تھا جس کے
سر (ناک) میں چاندی کا ایک پھلّا تھا، ایک
روایت ہے کہ سونے کا پھلّا تھا، حضور علیہ الصلوٰۃ
والسلام نے مشرکوں کو جلانے کے لئے ایسا
کیا تھا۔ (ت)

مرقاۃ میں ہے

(فی سراسر) ای انقہ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔
من صفر ونحوہ تجعل فی لحم
انف البعیر، وقال الاصبغی فی احد
جانبی المنظرین لکن لما کان الانف من
الراس قال فی راسه علی الاتساع یه

حصہ ہے اس لئے راوی حدیث نے بطور مجاز کہا کہ اس کے سر میں علقہ تھا (ت)

مجمع البحار میں طبعی سے ہے، جعلہ فی الرأس اتساعاً (اس علقہ کو سر میں پھیلادینا
بطور مجاز ہے۔ ت) سلمہ بن حکیم کی حدیث میں ہے،

لے مجمع العروس فصل الثانی من باب الیم دار احیاء التراث العربی بیروت ۴/۴۰۳ -

۴۴۴/۱ لے سنن ابی داؤد کتاب الناسک باب فی البدی آفتاب عالم پریس لاہور

۵۲۸/۵ لے مرقاۃ المفاتیح الفصل الثانی المکتبۃ الحبیئہ کوسہ

۱۶۸/۱ لے مجمع بحار الانوار باب الباء مع الراء مکتبہ دار الایمان المدینۃ المنورۃ

ان صاحب النارب ناقۃ لیست بمبراة فسقط
فقال التبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
عنہ بنفسہ

نہایہ میں ہے،

لیست بمبراة ی لیس فی انہا برة یقال
اہلہ الناقۃ فہی مبراة

ہمارا ایک ساتھی بغیر تکلی کے اونٹنی پر سوار ہوا اور
گزر گیا، تو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے
فرمایا کہ اس شخص نے خود کو ہلاکت میں ڈالا۔ (ت)

توہ اونٹنی مبراة نہیں تھی، کا معنی یہ ہے کہ اس کی
ناک میں برہ (حلقہ) نہیں تھا، کہا جاتا ہے کہ میں نے
اونٹنی کو حلقہ ڈالا تو وہ مبراة (حلقہ والی) ہو گئی (ت)

عمدة الرعاۃ میں ہے کہ خطام کی تفسیر زمام گردن یعنی اگرچہ کلمات اہل فن سے جدا ہے، مگر معنی
سوم زمام پر بجا ہے، اور اس سے ہر دس گردن کچھنا خطا ہے، اسی میں زمام گردن نہیں بلکہ رکن اور
زمام بے تعلق بینی صادق نہیں، حدیث کہ اس میں میچ بخاری و مسلم کی طرف نسبت کی، جس میں حضور اقدس
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا یہ ارشاد نقل کیا،

تصدق بجلالہا و پنجسہ ۱۰۰ ہر چہ
الجزار منہا۔

اجرت نہ دیا جائے۔ (ت)

تخلی صریح ہے، نہ میچ بخاری میں اس کا کہیں نشان نہ میچ مسلم میں، نہ بحیثیت الفاظ نہ بحیثیت معنوں۔
میچ بخاری میں بد مذہبی کی جھول تصدیق کرنے کی حدیث پانچ جگہ روایت کی، باب الجلال للبدن، باب
التصدق بجلود البدن، باب یتصدق بجلال البدن، باب الوکالۃ، باب لا یوقی الجزار من اہدی شیئا
اور میچ مسلم میں ایک ہی جگہ پانچ سندوں سے ذکر کی۔ دنوں جگہ نہ ان الفاظ کا پتہ ہے نہ اس پار سے
مضمون کا، موضع اول و خامس میں بخاری کے لفظ امیر المؤمنین مولا علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے ہیں،
امرونی سے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان اتصدق بجلال البدن
رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مجھ
قربانی کے ان جانوروں کی جھولوں اور چمڑوں کو

۱۲۲/۱ منہ النہایۃ لابن اثیر باب البیاض مع الار

۱۲۲/۱ المکتبۃ الاسلامیۃ لصاحبہا ریاض

۳۶۳/۱ عمدة الرعاۃ حاشیہ شرح الوقایۃ کتاب الحج باب الہدی المکتبۃ رشیدیۃ دہلی

التي نحررت و بجلودها
دوم میں :

صدقہ کرنے کا حکم دیا جن کو ذبح کیا گیا تھا (ت)

امری فقست لحمها ثم امری فقست بجلالها
و جلودها
پھر آپ نے مجھے حکم دیا تو میں نے ان کی جھلوں اور چڑوں کو تقسیم کر دیا۔ (ت)
توم میں ،

ان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم امرہ
ان یقوم علی بد نہ و ان یقسم بد نہ کلہا
لحمها و جلودہ و جلالہا
بیشک نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انھیں
حکم دیا کہ وہ قربانی کے جانوروں کے پاس کھڑے
ہو جائیں اور ان کا گوشت ، جھل اور چڑے
سب تقسیم کر دیں (ت)

چہارم میں :

اھدی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم امری
فقدستہا
ثم امری بجلالہا فقستہا ثم بجلودہا
فقستہا
تقسیم کروں تو میں نے کر دیا ، پھر مجھے ان کی جھلوں کو
تقسیم کرنے کا حکم دیا تو میں نے کر دیا ، پھر مجھے ان کے
چڑوں کو تقسیم کرنے کا حکم دیا تو میں نے کر دیا (ت)

صحیح مسلم میں تین سندوں سے :

امری رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
ان اقوم علی بد نہ و ان تصدق لحمها و
جلودہا و اجلتہا
رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مجھے حکم دیا
کہ میں قربانی کے پاس کھڑا ہوں اور ان کے
گوشت ، چڑوں اور جھلوں کو تقسیم کر دوں (ت)

۲۲۰/۱	کتاب المناسک باب البلال یقین	تھری کتب خانہ کراچی
۲۲۱/۱	باب البلال یقین	تھری کتب خانہ کراچی
۲۲۲/۱	باب البلال یقین	تھری کتب خانہ کراچی
۲۲۳/۱	باب البلال یقین	تھری کتب خانہ کراچی
۲۲۴/۱	باب البلال یقین	تھری کتب خانہ کراچی
۲۲۵/۱	باب البلال یقین	تھری کتب خانہ کراچی
۲۲۶/۱	باب البلال یقین	تھری کتب خانہ کراچی
۲۲۷/۱	باب البلال یقین	تھری کتب خانہ کراچی
۲۲۸/۱	باب البلال یقین	تھری کتب خانہ کراچی
۲۲۹/۱	باب البلال یقین	تھری کتب خانہ کراچی
۲۳۰/۱	باب البلال یقین	تھری کتب خانہ کراچی
۲۳۱/۱	باب البلال یقین	تھری کتب خانہ کراچی
۲۳۲/۱	باب البلال یقین	تھری کتب خانہ کراچی
۲۳۳/۱	باب البلال یقین	تھری کتب خانہ کراچی
۲۳۴/۱	باب البلال یقین	تھری کتب خانہ کراچی
۲۳۵/۱	باب البلال یقین	تھری کتب خانہ کراچی
۲۳۶/۱	باب البلال یقین	تھری کتب خانہ کراچی
۲۳۷/۱	باب البلال یقین	تھری کتب خانہ کراچی
۲۳۸/۱	باب البلال یقین	تھری کتب خانہ کراچی
۲۳۹/۱	باب البلال یقین	تھری کتب خانہ کراچی
۲۴۰/۱	باب البلال یقین	تھری کتب خانہ کراچی

اور دو سندوں سے مثل لفظ سوم بخاری و شہاد فی المساکین (یہ لفظ زیادہ کئے کہ مسکینوں میں تقسیم کروں ۔ ت) ان میں کہیں ذکر خطاب نہیں ، یہ مضمر صحیحین پر پیش ہے اور نسبت الفاظ میں غلطی یہ کہ صیغہ امر جس طرح عمدة الرعاۃ میں مذکور صحیحین بلکہ کتب متداولہ حدیث میں کہیں نہیں ، جیسا کہ لامع و ارشاد الساری و شرح مؤطا سے ظاہر ۔ علامہ سطلانی نے فرمایا :

قال صاحب الکواکب و فیہ انه لا یجوز بیع الجلال ولا جلود المہدایا والضحایا کما ہو ظاہر الحدیث اذا الامر حقیقة فی الوجوب اھ ، و تعقبہ فی اللامع فقال فیہ نظر فذلک صیغۃ افعَلَ لا لفظ امر ۔

صاحب کواکب نے کہا اس میں یہ ہے کہ قربانی کے جانوروں کی جٹلوں اور مکھالوں کی بیع جائز نہیں جیسا کہ حدیث کا ظاہر ہے کیونکہ امر حقیقتاً واجب کے لئے ہے اھ ۔ اور لامع میں اس کا تعاقب کرتے ہوئے فرمایا کہ اس میں نظر ہے اس لئے کہ جو امر واجب میں حقیقت ہے وہ صیغہ افعَلَ ہے (ذکر لفظ امر ۔ ت)

شرح علامہ زرکانی ۔

لیہ استحباب التجلیل و الصدق بدلت ايجل ، و لفظ امر لا یقتضی الوجوب لان ذلک فی صیغۃ افعَلَ لا لفظ امر اھ ، و مرأیتی کتبت علی ہامش الارشاد مانعہ اقول لیس قوہ امر الاحکایۃ امر اھلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم الا انہ یقال یکن انما یكون حکایۃ من مثل علیک التصدیق ۔

اسیابیہ میں ہے ۔۔۔ نا پر جمل ڈالنے اور اس جمل کو صدقہ محلے کا استحباب ثابت ہوتا ہے اور لفظ امر واجب کا تعاضا نہیں کرنا کیونکہ وجوب کا متقاضی کو تو صیغہ افعَلَ ہے نہ کہ لفظ امر اھلی یاد پڑتا ہے کہ میں نے ارشاد کے حاشیہ پر لکھا جس کی عبارت یہ ہے اقول (میں کہتا ہوں) اس کا امر کہنا محض حکایت ہے اور بدل صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی عمر میں کہا جاسکتا ہے کہ لیکن یہ حکایت ہو علیک بالتصدق (تجھ پر صدقہ لازم ہے ۔ ت) جیسے الفاظ سے (ت)

۲۲۳/۱	۱۔ صحیح مسلم کتاب الحج باب الصدقة لجزم الہدایا و جلود الخ قدیمی کتب خانہ کراچی
۲۲۲/۲	۲۔ ارشاد الساری شرح صحیح البخاری باب الجلال للبدین دار الکتاب العربی بیروت
۳۷۷/۱	۳۔ شرح الزرقانی علی مؤطا الامام مالک کتاب الحج المکتبۃ التجاریۃ الکبری القاہرہ

ذکر خطام کیلئے فقیر نے جتنی کتب حدیث اپنے پاس ہیں سب کی مراجعت چاہی و بارہ کتابیں دیکھی تھیں پھر خیال آیا کہ دبیہ امام حافظ الحدیث ابن حجر عسقلانی دیکھی جاتے، اس میں ضرور اس سے تعرض فرمایا ہوگا اسے دیکھا تو انہوں نے صاف فرمایا:

لما در فی شئ من طریقه ذکر الخطام بل میں نے اس حدیث کے کسی طریق میں ذکر خطام نہ دیکھا۔

بالجملہ صحیحین کی طرف اس کی نسبت لفظ و معنی ہر طرح غلط ہے، ہاں دبیہ باب الہدی میں حدیث علی بن ابی طالب سے مذکور، اور کتاب الاضغیہ میں بلفظ:

تصدق بیحلا لہا و خطامہا، ولا تقطع اجر الجزار منها شیئ۔ قربانی کے جالروں کی بھتوں اور ہاتھوں کو صدقہ کر اور اس میں سے کچھ بھی تصائب کو بطور اجرت مستثنیٰ نہ۔

اسی طرح کافی امام نسفی باب الہدی میں یہی لفظ دوم ہیں، الا لفظ الاضغیہ (سوائے لفظ اجر کے۔ مت)، نیز بدائع امام ملک العلماء کتاب الاضغیہ میں، الا لفظ شیشا (سوائے لفظ شیشا کے۔ مت)۔

اقول تو حدیث پر تیسرا رد یہ ہے کہ حدیث میں ہے: لا تقطع اجر الجزار، کا اسے نہ دیکھنا نہ ہونے پر دلیل نہیں۔ امام محقق علی الاطلاق نے فتح میں دو حدیثیں مذکور مشائخ ذکر کر کے فرمایا، قصور نظرنا اخفا ہما عننا شیء ہماری نظر کے قاصر ہونے سے ان دونوں کو ہم سے مخفی رکھا۔ (مت)

یہ منی حافظ اشکان نے باوصف اس وسعت اطلاع کے نفی نہ فرمائی، یہ ائمہ کے ساتھ علماء کے کلام کا ادب ہے بخلاف جنہاں زمانہ یعنی غیر معتدین کہ کر ملک سنگ سے بڑھ کر وقوت نہیں، اور ائمہ پر سلب مطلق کے دھرم، و لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

سہ الدرایۃ فی تخریج احادیث الہدیۃ کتاب الحج باب الہدی المکتبۃ الاثریۃ ساکنہ لہ
سہ الہدیۃ کتاب الاضغیۃ مطبع پرستی مکتبہ
سہ الکافی شرح الزانی
سہ بدائع الصنائع کتاب التضمین فصل واما بیان ما یستحب الذی یکرم سعید کہنی کراچی
سہ فتح القدیر

تو حدیث مذکور میں صدفِ عظام کا عند اللہ حکم ہے مگر وہ حدیثاً و فقہاً صرف جلال و عظام شترانِ ہدی کے بارے میں ہے، قربانی کی گائے بکریوں کی جھولوں اور ان کے گلے کی رسیوں کا ذکر و کنار، جہاں تک نظر کی جاتی ہے شترانِ اخییرہ کے جلال و عظام کا بھی نہیں ذکر نہیں، اب رہا قیاس، وہ مجتہد سے خاص، اس کا کسے اختیار اور ولایت النص اقول اس کی بھی گنجائش نہیں، نہ اخییرہ میں کل الوجہ معنی ہدی میں ہے نہ یہ جھولیں ان جلال سے نہ گلے کی دستیاں اس عظام کے مثل۔

اول تو ظاہر کہ ہدی کے لئے عمل خاص ہے یعنی حرم محترم اس کے بغیر میں ہدی کو ذبح و نحر نہیں کر سکتے۔

قال اللہ تعالیٰ شر محلتھا الی البیت العتیق
وقال تعالیٰ ہدیٰ بالغ الکعبۃ یتے
اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا پھر ان ہدی کے جانوروں کا پہنچا ہے اس آزد و گھر تک۔
اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہدی ہو کعبہ تک پہنچی۔ (دست)
اور قربانی ہر جگہ ہو سکتی ہے، تو ہدی میں پر نسبت اخییرہ خصوصیت خاصہ ہے اگرچہ اصل مقصود یعنی تقرب ہا و اقربہ و م میں مساوی ہیں، لہذا کہ ہدی ہر جگہ ہو سکتا ہے، لیکن ہر جگہ ہر ہدی کی طرف ہر سرایت صاحبِ مروت یا مروت، ہر ہدی ہر ہدی کا کافی و فیسیہ ہا میں حدیث ہدی سے و ہارہ لحم و جلد اخییرہ استثناء کیا، اور جلال و عظام اخییرہ کا کسی نے ذکر نہ کیا، حالانکہ حدیث ہدی میں چاروں حکم موجود تھے، اخییرہ میں ان دو پر اقتصار اور ان دو کا ترک، اور اس ترک و اقتصار پر اتفاق کتب آخر کس نے۔

دوم یہ کہ وہ جھولیں معمولی سردی وغیرہ کی جھولیں نہ تھیں جو اپنے موسم پر ہر پالے ہر سائے جا فور کیلئے بنائی جاتی ہیں اگرچہ وہ گاڑی میں جوتے کے میل ہوں، وہ خاص شترانِ ہدی کے لئے بنتیں، اور رُوح کی حرم کے وقت ان پر ڈالی جاتی ہیں، اور ان کے لئے ان کا بنانا سفت ہے، تعلیق و اشعار کی طرح شعائر اللہ ہدی کی علامت ہوتی ہے، بدلتے ہدی کے گلے میں نعلین وغیرہ یا بٹے ہوئے غلام دے ڈالتے اور بالخصوص اونٹوں پر غلام دے کے ساتھ جھولیں بھی ڈالتے، اور ان کے کوبان میں خضیف نیزہ مار کر خون نکالتے، یہ ان کے ہدی ہونے کی علامتیں تھیں۔

علمائے کرام نے فرمایا، ان جھوٹوں کا اپنی حیثیت تمول کے مناسب ہونا مستحب ہے، ہر ایک پہنچنے والا جیسی استطاعت رکھتا ہو ویسی ہی بیش قیمت جھولیں بنائے کہ مساکین کا زیادہ لٹیک اور شعائر کی زیادہ تعلیم ہو۔ سیدنا عبداللہ بن عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہما ان پریشیں سہا کپڑوں کی جھولیں ڈالتے اور پتہ طیب سے باہر نکلی کر اتار کر رکھ کر رکھ چھوڑتے، عرق کے دن پھر پہنتے اور بعد نماز انہیں کعبہ معظمہ کا غلاف کرتے جب سے بیت مکرم کا غلاف مستقل تیار ہونے لگا انہیں مساکین پر تصدق کرتے۔

علمائے فرماتے ہیں کہ راتوں کی جھولیں اتار کر رکھ لی جائیں کہ کانتوں سے ان میں گھونٹا نہ لگے، ان میں سے کوئی ساحر قربانی کی معمول جھولوں پر صادق ہے کہ یہ ان کے معنی میں ہوں۔

امام اہل ابو ذر کیا نووی قدس سرہ شرح صحیح مسلم میں زیر حدیث مذکور فرماتے ہیں:

اس حدیث میں بہت سے فائدے ہیں جن میں سے کچھ یہ ہیں قربانی کے جانور کو روانہ کرنے کا استحباب اور یہ کہ قربانی کے جانوروں کے گوشت، چمڑوں، ٹھنڈے، سرد پانی، سٹے، اور یہ کہ ان جانوروں کی جھولیں پانی یا سٹے اور مشائخ نے اس بات کو مستحب قرار دیا کہ وہ جھل عمدہ ہو۔ قاضی نے کہا کہ جھل ہونا سنت ہے۔ اور علماء کے نزدیک وہ اونٹن کے ساتھ منحس ہے، اور یہ اسلاف کا مشہور عمل ہے۔ مشائخ نے کہا کہ اشعار یعنی گویاں میں نیزہ مار کر خون نکالنے کے بعد جھل پہنائی جاسے تاکہ وہ خون میں نغمہ زار جاسے، نیز انہوں نے کہا کہ جھل کا قیمت و عمدگی میں قربانی روا نہ کرنے والے کی حیثیت کے مطابق ہونا مستحب ہے۔ بعض اسلاف منش کپڑوں، بعض یعنی چادروں، بعض مصر کے بنے ہوئے قیمتی کپڑوں، لحافوں اور عمدہ چادروں کی جھلیں پہنایا کرتے تھے۔ امام مالک نے فرمایا، جھولوں کو رات

في هذا الحديث فوائد كثيرة، منها استحباب سوق المهدى وأنه يتصدق بلحومها وجلودها وجلالها وانها تعجل واستحوالها، حسنا، قال القاضي جبريل سنة وهو عند العلماء مختص بالابل وهو مما اشتهر من عمل السلف قالوا ان يكون بعد الاشعار لئلا يتطفر بالسدم قالوا ويستحب ان تكون قيمتها ونقاستها بحسب حال المهدى، وكان بعض السلف يحبل بالوشم وبعضهم بالخبرة وبعضهم بالقباطي والملاجع والاذر، قال مالك اما الجبل فتزرع في الميل لئلا يخرقها الشوك، قال واستحب ان

کانت الجلال مرتفعة ان لا یجسها حق
یقد والی عرفات ان کانت بشحن یسیر
لمن حین یحرم یجلی بے (ملخصاً)
قبل نہ پھانے اور اگر وہ کم قیمت والی ہوں تو اعرام باندھے وقت ہی پھانے سے (ملخصاً)۔ (ت)
امام علامہ عینی حیدر القاری شرح صحیح بخاری میں فرماتے ہیں :

الجلال جسم جل وهو الذی یطرح علی
ظہر الجید ان من الابل والفرس والحمار
والبطل ، وهذا من حیث العرف ، و
لکن العلماء قالوا ان التجلیل مختص
بالابل من کساء ونحوها ، قال ابن
بطال کان مالک وابو حنیفة والشافعی
یرون تحلیل البکدین

جلال جل کی جمع ہے ، اور اس شے کو کہتے ہیں جو
اونٹ ، گھڑے ، گدے اور بچر وغیرہ جانوروں کی
پشت پر ڈالی جاتی ہے ، یہ عرف کے اعتبار سے
ہے ، لیکن علماء نے فرمایا کہ بکڑے وغیرہ حبیل
پہنا محض اونٹ کے ساتھ مختص ہے ، ابن بطال
نے کہا کہ امام ابو حنیفہ ، امام مالک اور امام شافعی
جمہور ائمہ ہیں ، ان کے جانوروں پر حبیل ڈالنے

کی اجازت ہے ۔

امام جلیل ابوالبرکات لسنی کا فی شرح والی میں فرماتے ہیں :

فان کانت بدنة قد هابمزاة او فعل
والتقيد احب من التجليل لان التقيد
ذكر في القرآن قال الله تعالى ولا تقلد
ولا ذكر التجليل فيه ، وان كان كلاهما
ثابتاً بالمسألة لان هذا رسول الله صلى
الله تعالى عليه وسلم کانت مقسدة
مبطله ، ولانه قد تجل البدنة لاعلى وجه
التقرب بخلاف التقيد

اگر ہری کا جانور (اونٹ یا گائے) ہو تو اس کو
چمڑے یا فعل کا یا پھانے اور ہار پہنانا حبیل
پہنانے سے زیادہ پسندیدہ ہے کیونکہ ہار پہنانے
کا ذکر قرآن مجید میں آیا ہے اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے
ولا تقلد (اور نہ وہ جنہیں ہار ڈالے گئے) اور
حبیل پہنانے کا ذکر قرآن مجید میں نہیں ہے اگرچہ
دونوں سنت رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے
ثابت ہیں کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

کے ہری کے جانوروں کو ہار اور حبیل پہنائے گئے تھے ، اور اس لئے بھی کہ حبیل کبھی طہائیت قرب
سے شرح صحیح مسلم ہندوی مع صحیح مسلم کتاب الحج باب الصفة لجوز الهدایا الا قدیمی کتب خانہ کراچی ۲۲۲-۲۲۳
سے حیدر القاری شرح صحیح البخاری کتاب المناسک باب الجلال البدن اذارة الطباعة النیرية بیروت ۱۴۰۴ھ/۲۵
سے السکا فی شرح الوائی

پہنائے جاتے ہیں بخلاف ہار پہنانے کے (کہ یہ بغیثِ قریب ہی ہوتا ہے)۔ (دست)
 غلطاً شریعت میں ہے،

عائد عن نافع ابن عبد الله بن عمر رضي الله تعالى عنهما كان يجلل بدنة القباط وط و
 الانماط والجلل ، ثم يبعث بها الى الكعبة
 فيكسوها اياها ، مالك انه سأل عبد الله
 بن دينار ما كان عبد الله بن عمر يصنع
 بجلال بدنه حين كسيت الكعبة عن
 النكوة ، قال كان يتصدق بها .
 جائے لکن حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے قربانی کے جانوروں کی جھلون کو کیا کرتے تھے؟
 تراویحوں نے کہا وہ ان کو صدقہ کر دیتے تھے۔ (دست)

ابن المنذر نے عرض کیا: یہ حدیث صحیحہ ہے۔

ابن عمر رضي الله تعالى عنهما كان يجلل بدنة القباط وط و
 الانماط والسبور والحبو حتى
 يخرج من المدينة ينزعها فيطويها ،
 حتى يكرب يوم عرفة
 فيلبسها اياها حتى ينحرها
 ثم يتصدق بها ، قال
 نافع و ربما دفعها الى
 بني شيبه .
 بنی شیبہ سے
 بنی شیبہ سرگرم تھے کہ سرخی اللہ تعالیٰ عنہما اپنے ہری
 کے جانوروں کو اونی کپڑوں ، دھاری دار اور
 نقش منی چادروں کی جھلیں پہنائے تھے یہاں تک
 کہ وہ جانور جب حیض منورہ سے نکلتے تو آپ ان
 جھلون کو اتار لیتے اور پیٹ کر رکھ دیتے ، جب
 عرفہ کا دن آتا پھر وہ جھلیں جانوروں کو پہنائے دیتے
 جب انھیں ذبح فرماتے پھر جھلیں اتار لیتے ، بعد ازاں
 ان کو صدقہ کر دیتے۔ حضرت نافع نے کہا کہ بعض
 اوقات بنی شیبہ کی طرف بھیج دیتے۔ (دست)

اقول اور اس پر ایک دلیل واضح یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حجۃ الودع شریف
 لے کر مولا امام مالک کتاب الحج باب العمل فی البدی میں یساق میر محمد کتب خانہ کراچی ص ۴۰۰
 لے کر شرح الارکانی علی الموطا بحوالہ ابن المنذر ~ ~ ~ دار المعرفۃ بیروت ۳۲۴/۶
 فتح اباباری بحوالہ ابن المنذر کتاب الناسک باب الجلال عبد بن ~ ~ ~ ۳۲۹/۳

میں تلواد نٹ ہدی بھیجے، ان پر مجبور نہیں کہ حکم اقدس بعد نحر تصدق کی گئیں کما تقدیر عن صاحبہ
 البخاری (جیسا کہ صحیح بخاری سے گورا — ت) حجۃ الوداع شریف کھلی بہار کے موسم میں تھا،
 فقیر نے حساب کیا ۹ رذی الحجہ ۱۲۸۵ ہجریہ روز جمعہ کو چھٹی مارچ ۱۹۶۲ء تھی، و ہذا علماء اے ماہ تحویل
 محل میں بتاتے ہیں۔ صحیح بخاری میں خطبہ حجۃ الوداع ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے
 وہم ذی الحجہ کو ارشاد فرمایا،

انما ان قد استدار کھیتہ یوم خلق اللہ
 السموات والارضین ، وفيہ قوله
 صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اعب
 شہرہذا قلنا اللہ ورسولہ اعلموا
 قال الیس ذوالحجۃ ، قال غایب
 یومہذا ، قلنا اللہ ورسولہ اعلموا
 قال الیس یوم النہ

لہذا اس دن کی حیثیت پر گردش کر رہا ہے جس دن
 اللہ تعالیٰ نے زمین و آسمان کو پیدا فرمایا تھا،
 اسی میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا
 یہ ارشاد ہی ہے کہ یہ کون سا مہینہ ہے، ہم
 (صحابہ) نے عرض کیا اللہ اور اس کا رسول بہتر
 جانتے ہیں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا، کیا
 آپ نے فرمایا، یہ کون سا دن
 ہے، اللہ اور اس کا رسول بہتر
 جانتے ہیں۔ آپ نے فرمایا، کیا یہ یوم النہ نہیں ہے؟

امام ابن حجر نے فتح الباری کتاب بد الخلق میں، پھر امام قسطلانی نے ارشاد و اساری میں نقل کیا کہ
 یہ ارشاد اقدس تحویل محل کے مہینے میں تھا،

جہاں فرمایا کہ یوسف بن عبد الملک نے اپنی کتاب
 تفضیل الازمانہ میں کہا ہے جب تک رسول اقدس
 صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی یہ گفتگو مارچ کے مہینے
 میں صادر ہوئی جس کا نام رومی میں آوار اور

حیث قال خرسم یوسف بن عبد الملک
 فی کتابہ تفضیل الازمانہ امت ہذا
 المقالۃ صدرت عن النبی صلی اللہ
 تعالیٰ علیہ وسلم فی شہر مارس، و ہوا داس

عہ یعنی اس وقت کی تعبیر میں، ورنہ آغاز سن عیسوی کے حساب دسویں مارچ تھی، جیسا کہ ہم نے اپنے ایک
 رسالہ متعلقہ تحقیق سال عیسوی میں ثابت کیا ۱۲ مہینہ قدسی سرہ

اور نیزک آجہ بہادر خانی، دو زیجوں سے نصف النہار حقیقی کو معطلہ دوم ذی الحجہ سنہ ہجریہ مطابق ماہ ذی الحجہ
 وسطیہ روز شنبہ کی تقویم شمس نکالی، دونوں سے حوت کے اکیسویں درجے میں آئی اول سے حوت کے
 بیس درجے سینتیس دقیقہ اناطیس ثانیہ، دوم سے بیس درجے پچتیس دقیقہ پچاس ثانیہ، بلا شبہ
 اس تقویم کا موسم ان ملکوں خصوصاً مکه معطرہ اور اس کے قریب العرض شہروں میں نہایت معتدلی
 موسم ہوتا ہے، نہ رات کو برف نہ دن کو ٹو، نہ برسات کی ٹھکیاں، تو جن حاجات کے لئے جہولین آئے ہیں

علاء ۱۲۵۱-۱۰-۱۲۴۱ غافل بر تصانیف سی ۱۱ و تصانیف ۱۲۳۰+۳۰+۱۲۶۰

بازار ۱۲۵۱		وسط		بازار ۱۲۶۰	
۶۰	۳	۳	۳	۳	۳
بازار ۱۱ سال تصاعداً	ب	د	م	ب	ط
بتفریق آن ازیں بہرہ	پ	و	ز	ط	ل
سنہ	۵	۴	۳	۴	۳
+ ذی الحجہ	و	ا	ب	و	ا
+ الیوم ناقص	ی	ب	ج	ی	ب
بازار سمرت مذکورہ	ط	ا	ب	ط	ا
بازار ایں و تعدیل ایام و قمریہ	۱	۱	۱	۱	۱
حصہ اش از وسط نو نہ لم	۲	۲	۲	۲	۲
+ حصہ تعدیل ایام زائد	۳	۳	۳	۳	۳
تعدیل المرکز	۴	۴	۴	۴	۴
x وسط	۵	۵	۵	۵	۵
تقویم	۶	۶	۶	۶	۶

علاء خیال ایسا ہی تھا کہ اس مہینہ میں تاریخ وسطی، ہلال سے ایک مقدم ہے استخراج تقویمات کے بعد دیکھا تو نہ مہینہ
 مطابقت پر آیا، قریہ تقویم ۱۱ ہی ذی الحجہ کی ہوئی، بہر حال مطلوب حاصل ہے کہ ۱۰ کی تقویم ایک درجہ کم
 حوت کے بیسویں ہی درجہ میں رہی۔ منہ قدری سر

اُن کا اصل نام و نشان نہ تھا، لاجرم یہ جہولیں وہ نہ تھیں بلکہ خاص تعظیم شعائر اللہ کے لئے تھیں، تو معمولی جہولیں کسی طرح ان کے معنی میں نہیں۔

سوم یوں کہ خطام ہدی وہ شئی ہے کہ اُسے سبیل اللہ میں لے جاتی اور حرم محترم میں پہنچاتی ہے، تو قربانی کی رستیاں اس کے برابر نہیں ہو سکتیں، اور گائے بھینس کی جہولوں رسیوں میں اور بھی فرق ہے، شتر خر کیا جاتا ہے، اس کا ایک پاؤں باندھ کر تین پاؤں سے کھڑا رکھ کر سینہ پر نیزہ مار دیتے ہیں، جل و خطام دونوں وقت نحر اس سے چھڑا کرنے کی حاجت نہیں، گائے بھینس لٹا کر ذبح کی جاتی ہیں، اُس وقت اُن کی رسی کھول لیتے ہیں، اور اگر جہول تھی وہ بھی اتار لیتے ہیں تو وقت تقرب الی اللہ رستی اور جہول اُن کے بدن سے چھڑا ہوتی ہیں اور شتر کے بدن سے متصل تو یہ زیر تقرب آتی ہیں، اور وہ نہیں، مگر باوصف انفصال بھی حکم تصدق سرایت کرے تو اُس کو نہٹے کے بھی تصدق کا حکم ہو جس سے وہ جانور بندھا تھا، اور اُس ناند اور طشت کا بھی جس میں اُسے کھانا پانی دیا گیا تھا، بلکہ اُس مکان کا بھی جس میں وہ بندھا تھا، اور اس کا کوئی قائل نہیں۔ عمدة القاری و فتح الباری شرح صحیح بخاری وغیرہا میں تصدق حبلال ہدی کی یہ وجہ نقل فرمائی کہ اُس پر اہل لہجہ اللہ واقع ہوا۔

حيث قالوا قال المصطفى
بجلال المبدأ فرماد انا صنف ذلك (منظر)
رضي الله تعالى عنهما لانه امر الله
لا يرجع في شئ اهل به لله ولا في شئ
اضيف اليه

ایمان انہوں نے فرمایا "مطلب نے کہا ہے کہ قربانی کے جانوروں کی جہولوں کو صدقہ کرنا فرض نہیں، سیدنا حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے تو حصن اس نے ایسا کہا کہ آپ اللہ تعالیٰ کے لئے ذبح کئے ہوئے اور اس کی طرف منسوب کئے ہوئے جانوروں کی کسی شئی کی طرف رجوع نہیں کرنا چاہتے تھے۔

اس اہلال سے اگر تکبیر مراد ہو جب تو ظاہر کہ قربانی پر بیک کہاں، اور اگر تکبیر وقت نحر مراد ہو یہ بھی اُن اشیاء کو شامل نہ ہوگا جو وقت نحر و ذبح اس کے بدن پر نہ تھیں۔

اقول اور اول اولیٰ ہے کہ حکم جل و خطام کی نسبت آیا، قضا جس سے اونٹ کا ایک پاؤں باندھتے ہیں اور حجۃ الوداع شریف میں حضور اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سو کے سو اونٹ یوں ہی نحر فرمائے، ۹۳ بدست انور اور ۳۷ بدست امیر المؤمنین حیدر، ان رسیوں کے تصدق کا حکم کہیں نہ آیا، لہٰذا عمدة القاری شرح صحیح البخاری کتاب الناسک باب الجلال للبدن ادارة الطباعة المنيرية بیروت ۲۵/۱۰ فتح الباری ۲۳۹/۲ دار المعرفۃ بیروت

حالانکہ ضرورتِ وقتِ نحر ہڈیوں کے بدن پر تھیں، بلکہ وہی طریقہ مسنونہ نحر کی خامن ہوئیں۔
صحیحین میں زیادہ جبر سے ہے۔

مرآیت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کہ انہما کو دیکھا آپ ایک ایسے مرد کے پاس آئے جو اپنے اونٹ کو نٹھا کر نحر کر رہا تھا، انھوں نے فرمایا اس کو کھڑا کر کے باندھو یہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سنت ہے۔ (ت)

عمدة القاری میں ہے۔

مقیدۃ معنای معقولة بوجہ وہی قاضی علی التلکات لے
باندھا ہوا ہو اور وہ تین پاؤں پر کھڑا ہو۔ (ت)
بالجملہ اگر کوئی اپنا گھر تصدق کر دے اور اس پر قادر ہو، مانعت نہیں، کلام اس میں ہے کہ قربانی کی جھولیں رسیاں تصدق کرنے کا حکم ہے، اس کا کہیں ثبوت نہیں، نہ حدیث میں نہ فقہ میں، ومن ادعی فعلیہ البیان (جو دعویٰ کرے دلیل بیان کرے) اس پر لازم ہے۔ (ت) ولہذا آج تک مسلمانوں میں کہیں اس کا رواج مسموع نہیں، البتہ اگر کوئی شخص تعظیم ضحایا کے لئے اُن پر جھولیں ڈالے اور انھیں حسبِ حیثیت مزین و بیش بہا کرے، اور اُس سے شعارِ اسلام کی زینت اور فقرائے مسکین کی منفعت چاہے تو ضرور اُسے ان جھولوں کے تصدق کا حکم دیا جائے گا، اور اُس سے باز رہنا اُسے شفیع ہو گا کہ اللہ عزوجل سے وعدہ کر کے رجوع نہ ہو، کما بینا فی فتاؤنا و باللہ التوفیق (جیسا کہ ہم نے اپنے فتاویٰ میں بیان کیا اور توفیق اللہ تعالیٰ کے ساتھ۔ ت) واللہ تعالیٰ اعلم۔